جنوری، فروری ۲۰۱۶ء مطابق ربیع الاول، ربیع الآخر ۱۴۳۷ھ

بیادگار

امام اہلسنت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت

امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز

بطلِ رُوحانی

حجۃ الاسلام حضرت علامہ الشاہ **محمد حامد رضا خاں** قدس سرہ العزیز

مفتی اعظم ہند حضرت علامہ الشاہ **محمد مصطفےٰ رضا نوری** قدس سرہ العزیز

زیر سایۂ کرم

جانشین حضور مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ قاضی القضاۃ فی الہند حضرت علامہ الشاہ **مفتی اختر رضا خاں قادری رضوی الازہری** مدظلہ العالی

بریلی شریف (اتر پردیش)

زیر عاطفت

محدث کبیر حضرت علامہ الحاج الشاہ

ضیاء المصطفیٰ قادری امجدی مدظلہ العالی جامعہ امجدیہ گھوسی (اتر پردیش)

سرپرست مجلس مشاورت

شہزادہ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ عسجد رضا خاں قادری مدظلہ العالی

مجلس مشاورت

● مفتی شعیب رضا نعیمی، بریلی شریف ● مولانا عبدالحی نسیم القادری ڈربن، ساؤتھ افریقہ ● مولانا آفتاب قاسم رضوی، ڈربن ساؤتھ افریقہ ● مفتی عاشق حسین رضوی مصباحی، کشمیر ● مفتی زاہد حسین رضوی مصباحی، برطانیہ ● مولانا احسان اقبال قادری رضوی، کولمبو، سری لنکا ● مولانا الیاس رضوی مصباحی، بنارس ● مولانا قاسم عمر رضوی مصباحی، بنونی، ساؤتھ افریقہ ● مولانا موسیٰ رضا قادری، پریٹوریا، ساؤتھ افریقہ ● مولانا جنید ازہری مصباحی، ویسٹ انڈیز ● مولانا ابو یوسف محمد قادری ازہری، گھوسی ● مولانا غلام حسین رضوی مصباحی، پریٹوریا، ساؤتھ افریقہ ● مولانا قمر الزماں مصباحی، مظفر پور ● مولانا مجاہد حسین رضوی، الہ آباد ● مولانا شفیق رضا رضوی شمسی، قطر ● مولانا قاضی خطیب عالم نوری مصباحی، لکھنؤ ● مولانا بہاء الدین رضوی مصباحی، گلبرگہ شریف ● مولانا انوار احمد نعیمی، اجمیر شریف ● قاری عتیق الرحمن رضوی، ہرارے، زمبابوے ● مفتی نعیم الحق ازہری مصباحی، ممبئی ● مولانا اشرف رضا قادری سبطینی، کانکیر ● عبدالصبور رضا برکاتی، بریلی شریف ● مفتی شمس الحق مصباحی، نیوکاسل، ساؤتھ افریقہ

مدیر اعلیٰ

ڈاکٹر مفتی امجد رضا امجد، پٹنہ

نائب مدیر

احمد رضا صابری، پٹنہ

مجلس ادارت

● مفتی راحت خان قادری، بریلی شریف

● مفتی ذوالفقار خان نعیمی ● مولانا بلال انور رضوی جہان آباد

● ہیثم عباس رضوی، لاہور ● ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نعیمی دہلی

معاونین مجلس ادارت

● مولانا جمال انور رضوی کلیر، جہان آباد ● مولانا طارق رضا نجمی سعودیہ عربیہ ● جناب زبیر قادری، ممبئی

مراسلت وترسیل زر کا پتہ

دو ماہی ''الرضا'' انٹرنیشنل، پٹنہ

ہیرا کامپلیکس، قطب الدین لین، نزد دریاپور مسجد

سبزی باغ، پٹنہ 800004 رابطہ: 8521889323

ای میل: alraza1437@gmail.com

Bimonthly AL-RAZA (International) Patna
C/o. Ahmad Publications Pvt. Ltd.
Hira Complex, Qutubuddin Lane, Near Daryapur Masjid,
Sabzibagh, Patna - 4, E-mail: alraza1437@gmail.com,
Contact / Telegram / Whtsapp: 8521889323

گول دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زر سالانہ ختم ہو چکا ہے براے کرم اپنا زر سالانہ ارسال فرمائیں تاکہ رسالہ بروقت موصول ہو سکے۔

قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپے، سالانہ ۱۵۰ روپے بیرون ممالک سالانہ ۵۰ امریکی ڈالر

پرنٹر پبلشر احمد رضا صابری ڈائریکٹر احمد پبلیکیشنز (پرائیویٹ لمیٹیڈ) نے سبزی باغ سے طبع کر کے دفتر دو ماہی الرضا انٹرنیشنل، پٹنہ سے شائع کیا۔

مشمولات

مشمولات

■ ■ ■

نعت پاک

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

دشمنِ احمد پہ شدت کیجیے
ملحدوں کی کیا مروت کیجیے

ذکر اُن کا چھیڑیے ہر بات میں
چھیڑنا شیطاں کا عادت کیجیے

مثلِ فارس زلزلے ہوں نجد میں
ذکرِ آیاتِ ولادت کیجیے

غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل
"یارسول اللہ" کی کثرت کیجیے

کیجیے چرچا اُنہیں کا صبح و شام
جانِ کافر پر قیامت کیجیے

آپ درگاہِ خدا میں ہیں وجیہ
ہاں شفاعت بالوجاہت کیجیے

حق تمہیں فرما چکا اب تو حبیب
اب شفاعت بالمحبت کیجیے

اذن کب کا مل چکا اب تو حضور
ہم غریبوں کی شفاعت کیجیے

ملحدوں کا شک نکل جائے حضور
جانبِ مہ پھر اشارت کیجیے

شرک ٹھہرے جس میں تعظیمِ حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجیے

ظالمو! محبوب کا حق تھا یہی
عشق کے بدلے عداوت کیجیے

والضحیٰ حجرات الم نشرح سے پھر
مومنو! اتمامِ حجت کیجیے

بیٹھتے اٹھتے حضورِ پاک سے
التجا و استعانت کیجیے

یارسول اللہ دہائی آپ کی
گوشمالِ اہلِ بدعت کیجیے

غوثِ اعظم آپ سے فریاد ہے
زندہ پھر یہ پاک ملت کیجیے

یا خدا تجھ تک ہے سب کا منتہیٰ
اولیا کو حکمِ نصرت کیجیے

میرے آقا حضرتِ اچھے میاں
ہو رضا اچھا وہ صورت کیجیے

رسالہ "الرضا"

مولانا بلال انور رضوی، جہان آباد

جلوۂ انعام و فضلِ حق تعالیٰ الرضا — رحمتِ عالم کا صدقہ ہے رسالہ الرضا
قادری فیضان برکاتی عطاؤوں کی ضیا — مسلکِ احمد رضا خاں کا اجالا الرضا
مسلکِ احمد رضا کا داعی و ناشر ہے یہ — اہلسنت کا کرے گا بول بالا الرضا
مرکزِ اہلِ سنن شہرِ بریلی کا نقیب — عاشقانِ اعلیٰ حضرت کا قبالہ الرضا
سرپرستی ہے ملی تاجِ شریعت کی تجھے — تہنیت عظمت ہوئی تیری دوبالا الرضا
ہر کھلے دشمن کا طبقہ ہوگا تجھ سے منتشر — صلحِ کلیت بھی ہوگی زیر و بالا الرضا
تجھ سے ہوگا شادماں ہر ایک سنی باوفا — جل مرے گا ہر حسد اور بغض والا الرضا
تیرا ہر مضمون ہے فتنوں کا تحقیقی جواب — ترجمانِ حق ہے تیرا ہر مقالہ الرضا
تیری ہر تحریر میں ہے جلوۂ عشقِ رضا — ہے تیرا انداز اوروں سے نرالا الرضا
کرنے والا ہے تو کذب و افترا کو بے نقاب — تجھ میں ہے موجود ہر سچ کا حوالہ الرضا
تو چمن علم و ادب کا باغِ فکر و آگہی — پرکشش ہر گل صنوبر سرو و لالہ الرضا
خوشنما بدباطنوں سے کیوں نہ ہو نفرت تجھے — ایسوں کو آقا نے مسجد سے نکالا الرضا
تجھ میں ہے حق کے وفاداروں سے الفت کا سبق — اور غداروں سے ہے درسِ اقالہ الرضا
تیرگی پھیلانے والوں سے کرے گا ہوشیار — ڈگمگانے والوں کو دے گا سنبھالا الرضا
اب ہر اک مکار تلبیسی رہے گا مضطرب — سامنے لائے گا ہر گرگ بڑ گھٹالا الرضا
حق نمائی کے لیے ہی وقف ہے سارا وجود — دشمنِ باطل رہے گا لامحالہ الرضا
جو کرے بکواس شاہانِ بریلی کے خلاف — دیکھنا مارے گا ایسے منہ پہ تالا الرضا
سنیوں کو بدعقیدوں سے ملانے پر ہے تف — کرتا ہے ثابت حرام ایسا امالہ الرضا
باغیٔ مسلک کو پہنائے گا بیڑی ہتھکڑی — باوفاؤں کو اڑھائے گا دوشالا الرضا
حق پہ قائم رہنا جو چاہے وہ کرلے دوستی — استقامت میں بنا دے گا ہمالہ الرضا
حق شناسی کے علاوہ گر کوئی پڑھے — خانۂ دل سے کرے گا دور جالا الرضا
یاالٰہی! ہر گلِ ایمان پائے تازگی — گلستانِ دل پہ برسے بن کے جھالا الرضا
عشق کے ہر میکدے سے جام تیرا عام ہو — خوانِ ہر دانش پہ ہو تیرا نوالہ الرضا
رضوی میخانے سے لائے جامِ عشقِ مصطفیٰ — اور میخواروں کو دے بھر بھر کے پیالہ الرضا
طوقِ لعنت ڈالے ہر باطل کی گردن میں سدا — حق شناسوں کے گلے میں پھول مالا الرضا
دونوں عالم میں رہیں فضلِ خدا سے شادماں — اپنے وہ احباب جنہوں نے نکالا الرضا

طالبِ حق کے لیے تنویر کا خوگر رہے
نور پھیلائے بلال اپنا رسالہ الرضا

ڈاکٹر مفتی امجد رضا امجد

جماعتی انتشار کا ذمہ دار کون؟

بغض کینہ حسد غصہ نہ اچھی خصلت ہے اور نہ اچھے آدمیوں کی پہچان۔ اس سے آدمی کی عقل ماؤف ہوجاتی ہے، ہوش وحواس پہ پردہ پڑ جاتا ہے، فکر وتدبر کی صلاحیتیں ماند پڑ جاتی ہیں، اچھے اور برے کا امتیاز ختم ہوجاتا ہے اور اس کا مریض انصاف ودیانت کا خون کرنے کے بعد بھی اسے جرم سمجھنے کے بجائے کارنامہ سمجھتا ہے۔

بدقسمتی سے ہمارے خوش تر بھائی نامور دادا کے پوتا، اچھے باپ کے بیٹا اور گوناگوں صلاحیتوں کا حامل ہونے کے باوجود اسی مرض کا شکار ہوگئے اور ان کی اچھی صلاحیتیں تخریب وتشکیک اور تفریق وتضلیل کی نذر ہوگئیں۔ اس کا قلق جتنا علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کو ہوتا اتنا ہی جماعت اہل سنت کے ذمہ داروں کو بھی ہے اور ہونا بھی چاہیے کہ قائد اہل سنت کی گود کا پروردہ، مسلک اعلیٰ حضرت کے دفاع کے لئے اپنی رگ حیات کا خون نچوڑ دینے والے عالم کی لوریاں سننے والا پوتا اور جماعتی تشخص کو ارکراں تا کراں پہنچانے والے رئیس القلم سے نسبی رشتہ رکھنے والا ایک ہونہار فرد غیروں کا آلہ کار بن گیا۔

افسوس! جسے رئیس القلم کا جانشین ہونا تھا وہ ان کی حرمتوں کا قاتل ہوگیا، جسے ان کا علمی وارث ہونا تھا وہ ان کا مخالف ومحارب ہوگیا، جسے ان کے ادھورے مشن کو پورا کرنا تھا وہ ان کے مشن ہی کو مشکوک بنا گیا۔ وہ علامہ جو تعلیم کے لئے لیبیا اور مصر تو نہیں گئے مگر اپنی خدمات کے نقوش برطانیہ، سورینام، ایران افریقہ ہالینڈ تک چھوڑ آئے، اور اپنے اسی مشن کی تکمیل کے لئے پوتے کو ہندوستان سے لے کر لیبیا تک سے تعلیم دلوائی وہ ان کے مشن کا جھنڈا اٹھانے کے بجائے ان کی رسوائی کا سامان بن گیا،

گریہ کن اے بلبلا از رنج وغم — چاک کن اے گل گریباں از الم
چہرہ سرخ از اشک خونی ہر گلیست — خوں شواے غنچہ زمان خندہ نیست
مردماں شہوات را دیں ساختند — صد ہزاراں رخنہا انداختند

ہر رسالہ کا اپنا ایک مقصد ہوتا ہے مزاج ومنہاج ہوتا ہے، جس کے گرد رسالہ گردش کرتا ہے، اہداف کے تعین کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا، جام نور کا بھی اپنا ایک مشن تھا اور ہے۔ علامہ کے جام نور کا مشن تھا، مسلک کا تحفظ، جماعت کا فروغ، مخالفین جماعت کی علمی گرفت اور ملت کی ترجمانی کا پیوند لگے "جام نور" کا مشن ہے، علمائے اہل سنت کی تذلیل، مسلک اعلیٰ حضرت کی مخالفت، سنی دارالافتا کی بے وقعتی، سنی طلبہ کی تضحیک، جماعتی اتحاد کا تزلزل۔ ابتدا سے لے کر اب تک کے جام نور کے شماروں کا مطالعہ کیا جائے تو جماعتی کام گھنے بادلوں میں کہیں کہیں ٹمٹماتے ستارے کی طرح نظر آئے گا اور وہ بھی شاید بے اعتدالی کے الزام سے بچنے کے لئے۔ نو دس سالوں میں اگر جہاد نمبر اور تقلید نمبر کو چھوڑ کر (اس نمبر کے پیچھے بھی کون سا جذبہ کارفرما تھا، اللہ ہی جانے) جام نور کی شعوری کوششوں پر طائرانہ نگاہ ڈالی جائے تو صاف واضح ہوگا کہ جام نور کے ذریعہ:

لفظ بریلوی کو موضوع بنا کر جماعتی اتحاد کو توڑنے کی کوشش کی گئی
مسلک اعلیٰ حضرت کے نعرہ پر اہل سنت کو آپس میں دست وگریباں کیا گیا
جماعت اہل سنت کے مذہبی ڈھانچہ کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا
جماعت کے معتمد علما کا نشانہ پہ رکھا گیا اور عوام کے درمیان ان کی وقعت مجروح کرنے کی سعی کی گئی

اپنی تجارت کو فروغ دینے کے لئے ہمیشہ مسلک اور جماعت کے موضوع پر ایسا مواد شائع کیا گیا جس سے آزار و پیکار اور جواب الجواب کا ماحول پیدا ہو، اعلیٰ حضرت، مسلک اعلیٰ حضرت اور خانوادہ اعلیٰ حضرت کے خلاف لکھنے کے لئے حاسدین کی جماعت تیار کی گئی، انہیں بے باک وبے ادب بنایا گیا اور کمال ہنرمندی سے ان کی گستاخی کو بالغ نظری قرار دے کر اس کی ستائش کی گئی

ہر اس مسئلہ کو ہوا دینے کی شعوری کوشش کی گئی جس سے اعلیٰ حضرت سے اختلاف کرنے کا ناروا جواز پیدا ہو، ہر اس فرد کی حمایت میں دل چسپی دکھائی جسے ہوائے نفس کی خاطر اعلیٰ حضرت کا حاسد پایا، نوجوان نسل کو حق گوئی کے نام پر گستاخ بننے پر ابھارا گیا جو نہیں ابھر سکے انہیں "دس برس نصاب شریعت پڑھنے کے باوجود انہیں دینی مسائل کے فہم وادراک میں اپنی عقل وصلاحیت پر اعتبار نہیں رہا" کہہ کر کوسا گیا۔ کہاں تک زخموں کا شمار ہو، جام نور کی پوری تاریخ اسی شب خونی کردار سے بھری ہے۔ ان زخموں کی ٹیس اس لئے سوہان روح ہے کہ علامہ کے پوتے اور ملت کے ترجمان کے دیئے ہوئے

ہیں، اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے، حالیہ چند شماروں پہ نظر ڈالئے تو:

- پانی مرتا کہاں ہے
- طربوش برداری کلچر
- ایک بھولا ہوا سبق
- دارالافتا سے بے اعتمادی
- جیو اور جینے دو

جیسے (پرانا راگ نئی ڈفلی والے) اداریوں نے یہ ثابت کیا کہ ان کا ذہنی ڈھانچہ ہی جماعت مخالف ہے، وہ نشتر لگانا جانتے ہیں مرہم رکھنا نہیں، دل آزاری کر سکتے ہیں دل جوئی نہیں، طلبہ کے جذبات سے کھیل سکتے ہیں ان کی جماعتی تربیت نہیں، دارالافتا کی توہین کر سکتے ہیں مگر مفتیوں کی عرق ریزیوں پر دعائیہ کلمات نہیں، وہ جلسوں کانفرنسوں کی مذمت کر سکتے ہیں اس کے افادی پہلوؤں کی ستائش نہیں، وہ نعت خوانوں کو گویا کہہ سکتے ہیں مگر ان کی نعتوں نے جذبہ حب نبی کو زندہ رکھا ہے اس کی داد نہیں، وہ خطبا و مقررین کو مداری کہہ سکتے ہیں مگر گاؤں گاؤں جا کر انہوں نے سنیت کو زندہ و تابندہ رکھنے کی جو سعی کی ہے اس کی تحسین نہیں۔

اصلاحات کی ضرورت سے انکار نہیں مگر یہ ضرورت صرف جلسہ و کانفرنس ہی میں کیوں؟ فرائض سے لے کر واجبات و سنن تک میں شدید اصلاحات کی ضرورت ہے، صرف جلسہ و کانفرنس پہ نزلہ اتارنا کس جذبہ کا غماز ہے؟ اب آپ ہی کے الفاظ میں اگر یہ کہا جائے کہ ''اپنی پسند و ناپسند، فیصلے، افکار و نظریات، کو تمام پر تھوپنے اور جبراً انہیں منوانے کی اپنی طرف سے جو ''اضافی ذمہ داری'' اپنے سر لے لی ہے اسلام اس کی یکسر نفی کرتا ہے'' (دسمبر ۲۰۱۵) تو کیسا لگے، جام نور کی اب تک کی تاریخ میں اس کے سوا اور ہے ہی کیا'' آنچہ فکر تست او تنگ من است'' چلئے جو ہوا سو ہوا، اگر واقعی اس قوم (مقررین و خطبا، شعرا، نعت خواں) کی اصلاح ہی مقصود ہے تو ان کی بے عزتی کے بجائے ان سے رابطہ کر کے ایک پروگرام مرتب کیجئے، ان تمام کو ایک جگہ جمع کیجئے، یہ سب اپنے ہیں بھائی اپنے، غیر نہیں، ان کے ساتھ جماعتی مسائل پہ گفتگو کیجئے ان کی سنئے اور ان کو سنایئے، شاید بات بن جائے، اصلاح ہو جائے۔ مگر مجھے معلوم ہے آپ ایسا نہیں کریں گے کہ صحافت میں اس روش کی گنجائش ہی کہاں؟ اور وہ بھی آپ کی صحافت میں؟ یہ کرنا ہوتا تو آپ کر چکے ہوتے، مگر یہاں تو وہ ماحول پیدا کرنا ہے جس سے جماعت میں انتشار، اتحاد میں رخنہ، ذہنوں میں خلش اور مسلک اعلیٰ حضرت کے بجائے بد عقیدگی کو فروغ ملے، آپ وقفہ وقفہ یہی بولی بولتے بھی آئے ہیں اگر یہ میرا مفروضہ ہے تو نمونے کے طور پر ذرا اپنے اداریہ کا یہ حصہ دیکھئے:

''اقامت میں حی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے نہ ہونے کا تعلق استحباب سے ہے اور مسجد کے ساتھ مومن کی تعظیم فرض و واجب، مگر احکام کے اس فرق کو ملحوظ نہ رکھنے یا دوسرے لفظوں میں طربوش برداری کا نتیجہ ہے کہ اگر کوئی نمازی حی علی الصلوٰۃ (اداریہ میں دونوں جگہ صلاح ہے، مجھے یہ احساس ہے یہ کتابت کی غلطی ہے) سے پہلے کھڑا ہو جاتا ہے تو اسے بھری مسجد میں ذلیل و خوار کرنے سے لے کر مسجد سے نکالنے تک اور اس بنیاد پر اجتماعی جنگ و جدال سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا بھلے ہی اس استحباب کی ادائیگی کے خروش میں مسجد کی حرمت پامال کر کے حرام کاری کا ارتکاب ہوتو ہو اور اکرام مومن کی فرضیت سے ہاتھ دھونا پڑے تو پڑے، کیا فرق پڑتا ہے'' (طربوش برداری کلچر، ستمبر ۲۰۱۵)

مجھے معلوم ہے خوش تر بھائی آپ باصلاحیت ہیں مگر جنون غیظ میں '' بک گیا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ'' کا معاملہ ہو گیا ہے۔ یہ بتایئے کہ اقامت میں حی علی الصلوٰۃ پہ کھڑے نہ ہونے کا تعلق استحباب سے ہے یہ آپ نے کہاں پڑھ لیا۔ فقہا نے پہلے کھڑے ہو جانے کو مکروہ اور خلاف سنت لکھا ہے یعنی پہلے کھڑا ہونا مکروہ حی علی الصلوٰۃ پہ کھڑا ہونا سنت۔ چند حوالے لے لیجئے ورنہ اسے بھی آپ جبری تسلط کا نام دیدیجئے گا ہاں ''بہار شریعت'' کا حوالہ دوں گا تو شاید ناگوار ہو کہ یہ محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ کے والد محترم کی کتاب ہے اور اتفاق سے وہ اعلیٰ حضرت کے خلیفہ بھی ہیں اس لئے دوسرے حوالے لیجئے:

ردالمحتار میں ہے **ویکرہ لہ الانتظار قائما**، اسی طرح عالمگیری میں ہے **واذا دخل الرجل عند الاقامہ یکرہ لہ الانتظار قائما** دونوں عبارت میں پہلے کھڑے ہو جانے کو مکروہ لکھا ہے اور مکروہ ترک سنت ہی سے ہے۔ اور زیادہ مطمئن ہونے کے لئے مفتی مطیع الرحمٰن صاحب کا رسالہ (ان کا ہی اس لئے کہ آج کل ان کی باتیں آپ کے لئے کچھ زیادہ ہی مفید مطلب ثابت ہو رہی ہیں) دیکھئے، انہوں نے اس موضوع پر لکھے اپنے رسالہ کا نام ہی رکھا ہے ''سنت کیا ہے؟ یقین نہ ہو تو ان سے پوچھ لیجئے۔

اس مسئلہ پہ علمائے اہل سنت اور مخالفین کے یہاں علمی اور عملی دونوں اختلافات ہیں۔ دیابنہ اور وہابیہ پہلے کھڑے ہوتے ہیں یہ انہیں کی پہچان ہے، اجنبی جگہ اگر جانے کا اتفاق ہو اور وہاں عام لوگ کھڑے ہو جائیں اس کا مطلب بالعموم یہی ہوتا ہے کہ یہ دیابنہ ہیں اور جب یہ مسلمہ ہے کہ یہ ان کی ہی علامت ہے (سراواں الہ آباد والے اہل سنت کے یہاں اس سبب سے بھی مشکوک ہیں) تو پھر آپ نے اس کی سرزنش کو ''اکرام مومن سے ہاتھ دھونا پڑے'' کیسے کہہ دیا؟ کیا دیابنہ اور وہابیہ آپ کے نزدیک مومن ہیں؟ اگر ایسا ہی ہے تو پھر آپ ہی کے بقول '' آپ کو جس راہ پہ چلنا پسند ہے وہ راہ اختیار کیجئے آپ کا یہ مذہبی سماجی اور ملکی حق ہے'' کھل کر سامنے آیئے، اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے، ویسے مخلصانہ اتنا عرض ہے کہ بھائی خوشتر! اعلیٰ حضرت سے نفاق و کدر رکھنے والے دنیا سے مبغوض و نامراد ہی گئے ہیں بہت سی مثالیں موجود ہیں آہستہ آہستہ ان کی عظمت شہرت وقعت سب خاک میں مل جاتی ہیں بلکہ مل گئی ہیں یہی حال

حجۃ الاسلام مفتی اعظم ہند مفسر اعظم ہند اور اب تاج الشریعہ کی مخالفت کرنے والوں کا بھی ہوا، ہو رہا ہے اور ہوگا۔ دل تو اللہ عزوجل، اس کے محبوب ﷺ اور محبوب کے محبوں سے محبت کے لئے ہے، نفرت وعداوت کے لئے نہیں اور جو ایسا کرے گا وعدہ الٰہی ہے من عادیٰ لی ولیا فقد آذنته بالحرب۔

بات بات پر عرف وعادت کا حوالہ ایسا لگتا ہے جیسے ہندوستان میں اگر کسی نے عرف وعادت اور ضرورت وحاجت کا معنیٰ ومفہوم سمجھا ہے تو صرف آپ، جو علما اپنے یہاں تربیت افتا میں رسم المفتی اور نشر العرف وغیرہ پڑھاتے ہیں وہ اس سے قطعاً نابلد ہیں، وہ ایسے پڑھاتے ہیں جیسے عوام بغیر سمجھے بوجھے قرآن کی تلاوت کرتی ہے، بریلی شریف سے اشرفیہ، کچھوچھہ شریف سے علیمیہ اور مرادآباد سے ادارہ شرعیہ کسی نے اس کا یہ معنیٰ نہیں سمجھا کہ عرف وعادت کا مطلب ہے سو سال کے بعد حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دے دیا جائے، اگر تحریم وتحلیل میں کوئی حارج ہوتو اسے "زمانے کے عرف واحوال سے پوری طرح بے خبر" کہہ کر بے آبرو کر دیا جائے۔ تحلیلی نظریہ اس طرح آپ کی رگ وپے میں پیوست ہے کہ ہمیشہ "تحریم والا" ہی زد میں آتا ہے۔ زمانے اور احوال کے بدلنے سے حرام کو حلال کر دیا جائے تو قابل مبارک باد اور اسی بنیاد پر اگر کوئی حلال کو حرام قرار دیدے تو قابل ملامت، اور گردن زدنی، یہ آپ کا فلسفہ ہے میرا مفروضہ نہیں، دلیل لیجئے:

مفتی مطیع الرحمٰن صاحب نے بنگلور کے حالات دیکھ کر Qtv کا دیکھنا مستحب لکھا تو آپ نے تالی بجائی ان کا خیر مقدم ہوا، جام نور کا استقبالی اداریہ آگیا اور جب انہوں نے صفائی دی، اپنے موقف کا اظہار کیا جو آپ کی طبیعت کے مطابق نہیں تھا دوسرے اداریہ میں آپ نے ان کی ایسی کی تیسی کر کے رکھ دی۔ ریل پہ پڑھی گئی نماز کے اعادہ کے مسئلہ میں مفتی نظام الدین صاحب نے عدم اعادہ کا قول کیا آپ نے دل کھول کر داد دی، مفتی ناظر اشرف صاحب عدم جواز کی کتاب لے کر آئے تو آج تک آپ ان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کے مسئلہ میں مفتی نظام الدین صاحب پہلی بار جرأت کر کے مفتی اعظم ہند کے خلاف اپنا موقف لے کر آئے، آپ کی باچھیں کھل گئیں، مگر مفتی مطیع الرحمٰن صاحب اس معاملہ میں عدم جواز پر "قول فیصل" لے کر آئے، آپ کے ماتھے پہ "پاپائیت" کی لکیر نمودار ہوگئی۔ آلات جدیدہ کے معاملہ میں مفتی مطیع الرحمٰن اور مفتی نظام الدین صاحبان مشروط جواز کا نظریہ لے کر آئے مگر حضور تاج الشریعہ اور علامہ ضیاء المصطفی صاحبان نے دلائل کی روشنی میں اسے قبول نہیں کیا پھر آپ کا چہرہ اتر گیا۔ کہئے! یہ صرف تحلیلی نظریہ کا خمار ہے یا نہیں، کبھی تو آپ نے عرف وعادت کی بنیاد پر حلال کو حرام کرنے کی بات کی ہوتی، حد تو یہ ہے کہ جس مجدد نے (خیر ہے کہ آپ نے ابھی تک ان کے مجدد ہونے پر خامہ فرسائی نہیں کی ہے) حلال کو احوال زمانہ کی بنیاد پر حرام قرار دیا آپ اسے ہضم نہیں کر پائے، مزارات پر عورتوں کی حاضری اصل مذہب میں جائز ہے مگر مرد وعورت کے اختلاط اور ارتکاب معاصی کے امکانی خدشات کے پیش نظر دلائل کی روشنی میں سرکار اعلیٰ حضرت نے اسے حرام قرار دیا تو آج تک آپ کے جام نور کے فیض یافتہ اس کی حلت کے لئے سر پٹک رہے ہیں۔ معاف کیجئے گا خوشتر صاحب! جس تعقل پسندی اور تقلید بیزار ذہنیت کی کاشت آپ چاہ رہے ہیں اس میں تو کسی حرام کی گنجائش ہی نہیں، حلت ہی حلت ہے کہ اس زمانہ میں علت علت ہے۔

بھائی میرے! اپنی جماعتی زندگی میں نہ جمود ہے، نہ فکر وتدبر سے بے نیازی، ہر نئے مسئلہ میں ہمارے مفتیان کرام نے غور وفکر کیا ہے، امت کی تشویش دور کی ہے، کسی مسئلہ پہ کسی نے جواز کا قول کیا تو کسی نے اس سے اختلاف کا، اسی ماحول میں الحمد للہ کتنے فیصلے اتفاق رائے سے ہوئے بھی، سلسلہ جاری ہے، تحقیق ہوتی رہے گی اختلافات کے امکان بھی رہیں گے اور یہ اختلاف کرنا ان کی "تعقل پسندی" کی علامت ہے، تعطل پسندی کی نہیں۔

آپ کی دورنگی بھی اہل نظر کے یہاں تفریح کا سامان بن رہی ہے کہ کہیں آپ اختلاف کرنے والوں کو "جبری تسلط اور پاپائیت" کے فروغ کا نام دیتے ہیں اور کہیں یہ الزام بھی لگاتے ہیں کہ مدارس کی چہار دیواری میں ان کی تعقل پسندی اور تفکیری صلاحیت کو ختم کر دیا جاتا ہے، بالکل "بک گیا ہوں جنوں میں" والا معاملہ ہے۔

آپ کی صحافتی زندگی کو گرم رکھنے والے یہ اداریے اور بھی لوگوں کی نگاہوں سے گزرے، مگر بعض نے اذایئس الانسان طال لسانه سمجھ کر نظر انداز کر دیا اور کچھ لوگ یہ سوچ کر خاموش رہے کہ کہیں آپ کا تیشہ قلم ان کی قبائے آبرو تار تار نہ کر دے، جیسا کہ ان کا مشاہدہ ہے، مگر میں یہی سوچ کر اپنی باتیں التجا ومحبت سے آپ کی نذر کر رہا ہوں کہ اپنی آبرو تو اپنے بڑوں کی حرمت پہ قربان ہونے ہی کے لئے ہے، اسلاف کی آبرو نہ رہے تو ہماری آبرو بھی کس کام کی۔ یہی تعلیم اعلیٰ حضرت ہے اپنے گالیاں دینے والوں پر سکوت مگر محبوب باری کو گالیاں دینے والوں کے خلاف "خنجر خوں خوار برق بار"

شاید بات بہت دور نکل گئی میں یہ کہہ کر اپنی باتوں ختم کروں کہ الرضا کا یہ پہلا شمارہ دراصل ٹیلی گرام سافٹ ویر پر موجود بعض علم دوست اور مسلکی وعلمی جذبہ سے ہم آہنگ افراد کی پاکیزہ ذہنیت کا خوبصورت نتیجہ ہے۔ کبھی کبھی آپس کی بے تکلفانہ گفتگو بڑا نتیجہ خیز ثابت ہوتی ہے الرضا کا احیا بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے۔ مبارک باد کے مستحق ہیں وہ افراد جو اپنے اسلاف واکابر کی یادوں سے اپنی فکریں اور اپنا عزم وحوصلہ مربوط رکھے ہوئے ہیں۔ الرضا کی پالیسی بھی یہی ہے کہ اس سے ایمان وعقیدہ، علم وعمل اور ادب ومعرفت ہر جذبہ کی کاشت ہو اور ہر شعبہ علم اس سے مالا مال ہو اور انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔

قارئین اس رسالہ پر اپنا بے لاگ تبصرہ، اپنے خیالات اور اپنے علمی مطالبات ہمارے سامنے رکھیں، الرضا کی مجلس ادارت ومجلس مشاورت کے جملہ افراد آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہیں۔

میثم عباس قادری رضوی

فاتح عیسائیت
حضرت مولانا آلِ حسن موہانی رضوی اور ردِ وہابیت

اہلِ سنت کے چمن میں جو مختلف پھول کھلے ان میں سے ایک کا نام صدر المحققین راس المتکلمین فاتحِ عیسائیت حضرت علامہ مولانا مولوی سید آلِ حسن مرحوم رضوی موہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بھی ہے اہلِ سنت کی طرف سے آپ کے حالات وافکار کا کما حقہ تعارف پیش نہیں کیا جاسکا جس کی وجہ سے عوام تو دور کی بات ہے علماء کی اکثریت آپ کے نام سے بھی ناواقف ہے۔ اسی وجہ سے اس مقالے میں آپ کے حالاتِ زندگی اور عقائد ونظریات کو مختصراً پیش کیا جائے گا تا کہ آپ کا تعارف ہو سکے۔

حضرت کے حالاتِ زندگی آپ کے نبیرہ (پوتے) مولانا حیات الحسن موہانی نے ان کی کتاب "تنقیح العبادات" کے شروع میں لکھے ہیں بقدرِ ضرورت ان کا انتخاب پیش ہے ملاحظہ فرمایئے۔

"بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ حامداً ومصلیا ومسلما

بعض لوگ ایسے ہیں جن میں یہ خاص ملکہ ہوتا ہے کہ جتنے وہ ہیں اُس سے کہیں بڑھ کر اپنے آپ کو دکھاتے ہیں اور اپنی تھوڑی سی پونجی کو اس ڈھب اور پہلو سے پیش کرتے ہیں کہ رتی کا تولہ اور تولہ کا سیر ہوجاتا ہے لیکن بعض خدا کے بندے ایسے بھی ہیں کہ جن میں خداداد جوہر اور استعداد موجود ہے مگر کچھ تو تساہل کی وجہ سے اور زیادہ تر انکسار کے باعث نمایاں نہیں ہوتے غرض یہ کہ انہیں دوکان جمانی نہیں آتی اور خودفروشی سے عار آتا ہے اس لیے گاہک کی نظر نہیں پڑتی اور وہ گمنامی اور کسمپرسی کی حالت میں رہ جاتے ہیں۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جو باوجود فیوز بہ منتہائے کمال اس کوشش میں رہتے ہیں کہ اُن کی ہستی اور اُن کا نام وغیرہ جو کچھ ہو وہ بھی بالکل مٹ جائے انہیں میں مولوی سیّد آلِ حسن صاحب قبلہ موہانی تھے کہ اپنی مقبول تصانیف میں نام تک شائع کرنا پسند نہ کیا جب ایسی کوشش ہو تو ایسے شخص کے حالاتِ زندگی کیونکر باقی رہ سکیں گے اور خصوصاً ایسی حالت میں کہ اُن کے دوست احباب اور اخلاف بھی اسی رنگ میں ڈوبے ہوئے ہوں، چنانچہ راقم الحروف اپنا ایک چشم دید واقعہ بیان کرتا ہے جس سے ناظرین اندازہ فرمائیں گے کہ یہ لوگ کس قدر مٹنے کے شائق تھے عرصہ ۱۲/سال کا ہوتا ہے کہ ہمارے قصبہ موہان کے ایک عزیز سید شبیر حسین صاحب محسن تاریخ لکھ رہے تھے وہ راقم الحروف کے ذریعہ سے چاہتے تھے کہ مولانا مولوی آلِ حسن صاحب کا حلیہ معلوم ہوجائے تا کہ اُس کے انداز سے آپ کی تصویر بنا کر اُس کے فوٹو تاریخ مذکورہ میں درج کریں اس غرض سے راقم الحروف نے والد مرحوم مولوی سید احمد سعید صاحب سے حلیہ دریافت کیا۔ وجہ پوچھی وجہ معلوم ہونے پر اس قدر اظہارِ خفگی فرمایا کہ والد مرحوم کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ اور فرمایا" دنیا مٹنے کے لیے ہے اس کو مٹنے میں مدد دینی چاہیے"۔ ایسی حالت میں مولانا مولوی سیّد آلِ حسن صاحب قبلہ مرحوم کی سوانح زندگی کچھ بھی لکھنا مشکل کیا بالکل مُحال ہے۔ کچھ سرسری طرزِ زندگی حالات اور سلسلہ معاش بلا قید تاریخ وسنہ جو راقم الحروف کو والد اور چچا صاحب مرحوم و پھوپھی صاحبہ سے معلوم ہوئے ہیں قلمبند کئے دیتا ہے، اُمید ہے کہ مرحوم کی تصانیف کے مطالعہ فرمانے والے حضرات کے لئے باعثِ دلچسپی ہوگا۔

نام وخاندان:

آلِ حسن نام خلف مولوی سید غلام سعید خاں، منصب دار سلطنت اودھ۔ قصبہ موہان ضلع اناؤ ملک اودھ کے رہنے والے تھے آپ کے والد بعہد نواب سعادت علی خان بہادر شاہِ اودھ تمامی عدالتوں کے افسرِ اعلیٰ تھے اور مقربین خاص شاہِ اودھ موصوف سے تھے جس کی وجہ سے آپ کا قیام خاص لکھنو میں رہتا تھا عالمِ جوانی اور اُسی عہدِ سلطنت میں مولوی سید غلام سعید خاں کا انتقال ہوگیا، خان صرف خطابی تھا۔ مولوی غلام سعید خاں کے والد کا اسمِ گرامی حضرت سید شاہ وجیہ الدین ہے اسی طرح نسب حضرت امام علی موسیٰ رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اس سلسلہ سے پہنچتا ہے، مولوی سید آلِ حسن بن مولوی سید غلام سعید خاں بن مولوی سید شاہ وجیہ الدین...... مولانا مرحوم کی صحیح تاریخ ولادت معلوم نہیں قیاسی سنہ ولادت ۱۲۰۲ھ بمطابق ۱۸۰۷ء ہے۔ بوقت وفات مولوی غلام سعید خاں صاحب مولانا کی عمر صرف دس سال کی تھی اور آپ سے چھوٹے بھائی مولوی اوصاف حسن صاحب کی عمر ۴/ چار سال کی تھی عبداللہ نامی ایک پروردہ کے سپرد گھر اور کُل مال واسباب رہتا تھا، ایک عالی شان مکان موہان میں تعمیر ہورہا تھا تعمیر بند ہوگئی مال واسباب عبداللہ ودیگر ملازمین لے کر معلوم نہیں کہاں چھپت ہوگئے۔

علمی و مذہبی خدمات:

مولانا کو مناظرہ مذہبی میں خاص ملکہ حاصل تھا لیکن چونکہ آپ کو غصہ بہت جلد آجاتا تھا لہٰذا زبانی مناظرہ سے محترز رہتے تھے مشہور مناظرہ مسیحی و اسلام آگرہ میں جس میں مسلمان کامیاب اور مسیحی ناکام رہے، مسیحیوں کی طرف سے پادری فنڈر صاحب اور مسلمانوں کی طرف سے مولانا آل حسن صاحب مناظرہ کے روح رواں تھے، اگرچہ مسلمانوں کی طرف سے مناظرہ زبانی مولانا رحمت اللہ (کیرانوی) مرحوم فرماتے تھے مولانا کی زیادہ تر تصانیف فن مناظرہ ہی میں ہیں جن میں کتاب ''استفسار'' و ''استبشار'' خاص شہرت رکھتی ہیں یہ کتابیں ہندوستان میں مسیحیوں کے مقابلہ میں اب تک بے مثل ولا جواب ہیں۔

سرکار نظام کی ملازمت:

مذہبی خدمات سے باوجود ڈاک اور تار کے انتظام نہ ہونے کے اُسی زمانہ میں مولانا کا شہرہ تمام ہندوستان میں ایک کونے سے لے کر دوسرے کونے تک ہوگیا تھا سرکار نظام حیدرآباد میں نواب محمد یار خاں محی الدولہ اول کا۔ بعہد نواب افضل الدولہ بہادر مرحوم نظام خامس خاص اقتدار تھا، نظام الملک خامس مرحوم کے مزاج میں محی الدولہ مرحوم کا سب سے زیادہ رسوخ تھا انتہا یہ ہے کہ سر سالار جنگ اول مرحوم وزیر اعظم تک کو اُن کی مزاج داری کرنی پڑتی تھی محی الدولہ مرحوم ایک مذہبی آدمی تھے، علما و صلحا کے بڑے قدر دان تھے مولانا کی شہرت سن کر کوشش کی کہ مولانا حیدرآباد آجائیں سفر خرچ کے لیے اپنے پاس سے ایک معقول رقم موہان اور بہت اشتیاق کے ساتھ حیدرآباد آنے کی ترغیب لکھی۔ شاید بُعدِ مسافت کی وجہ سے مولانا نے باوجود عُسرت (مفلسی) سفر خرچ شکریہ کے ساتھ واپس کر دیا۔ نواب صاحب موصوف نے دوبارہ سفر خرچ بھیج کر بہت اصرار سے اشتیاق ظاہر کیا۔ اس زمانے میں مولانا کا دہلی میں وکالت کا شغل تھا اس نوبت پر دوستوں کی رائے سے حیدرآباد کے لئے دہلی سے قصبہ کسمنڈی آئے اور کسمنڈی سے حیدرآباد گئے، حیدرآباد میں مولانا نواب محی الدولہ مرحوم کے مہمان رہے اور بہت جلد بمشاہرہ ماہوار ملازم ہو گئے اس کو ایک سال کا عرصہ گذرا تھا کہ وطن میں مولانا کے گھر کے لوگوں اور ایک صاحبزادی اور صاحبزادہ مولوی انوار الحسن کا انتقال ہوگیا جن کو نواب صاحب نے سفر خرچ بھیج کر زمرۂ اطباء میں ملازمت کے لیے طلب کیا تھا مولانا پریشان ہو کر حیدرآباد چھوڑ کر وطن میں واپس آگئے چند دنوں موہان میں رہنے کے بعد نواب صاحب موصوف نے تیسری مرتبہ سفر خرچ بھیج کر مولانا کو طلب کیا مولانا ناظم صدارت العالیہ حیدرآباد بمشاہرہ ۶۰۰ رسما مقرر ہوئے مولانا بہت جلد کسی بہت ہی جلیل القدر عہدہ پر مقرر ہونے والے تھے اور بہت بڑی جاگیر ملنے کو تھی کہ دفعۃً بعارضہ تپ ولرزہ نواب محی الدولہ بہادر کا انتقال ہوگیا مولانا خدمت متذکرہ صدر ہی پر آخر تک رہے ایک زمانہ کے بعد بوجہ پیرانہ سالی (بڑھاپا) ترک ملازمت کر کے موہان ہی میں آکر رہنے لگے اور وہیں بتاریخ ۷ اربیع الثانی ۱۲۸۷ھ تخمیناً بعمر ۸۵ رسال بعارضہ فالج انتقال فرمایا۔ اور قصبہ موہان ہی میں خاندانی قبرستان میں بمقام محلہ پکرا مدفون ہوئے۔

حلیہ:

پیشانی کشادہ، گورا رنگ بہت کُھلا ہوا، بہت بڑی بڑی نہایت خوبصورت آنکھیں، بھنویں گھنی ہوئی لیکن بیچ میں فاصلہ تھا، بینی بلند و دراز کسی قدر آگے کو جھکی ہوئی، داڑھی بڑی اور گھنی تنچی، قد متوسط، ہاتھ پیر چھوٹے چھوٹے گداز بہت ہی خوبصورت و نرم، آنکھوں کا خاص وصف تھا کہ عاشقِ رسول وآلِ رسول تھیں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم یا اہلِ بیت کے نام لینے پر فوراً اشکبار ہوتیں، دل ہمیشہ اسی محبت میں سوزاں و گداز رہا۔ مولانا وفورِ محبتِ اہلِ بیت میں آخر آخر بالکل ہی اہلِ بیت کے لیے رہ گئے تھے کسی بزرگ کا اہلِ بیت سے نام لیتے یا سنتے ہی مولانا کی بڑی بڑی خوبصورت نرگسِ شہلا (نرگس ایک پھول ہے جس کو شعراء آنکھ سے تشبیہ دیتے ہیں اور نرگسِ شہلا نرگس کے پھول کی ایک قسم کو کہتے ہیں جس کا درمیانی حصہ زردی بجائے سیاہ ہوتا ہے۔ مستفاد از ''فیروز اللغات''۔ میثم قادری) آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا جاری ہوجاتا تھا باوجود انتہائے زہد و تقوی عشرۂ محرم میں اختیار سے کسی قدر باہر ہوجاتے، تعزیہ رکھنے کو بدعت و گناہ سمجھتے تھے۔ مولانا کی تصانیف میں ایک کتاب کا ذکر ولادت حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں ہے کتاب مذکور اس شعر سے شروع ہوتی ہے ؎

امروز شاہِ شاہاں مہماں شدہ است مارا
جبریل با ملائک دربان شدہ است مارا

اکثر مجالس میلاد میں مولانا اپنی کتاب پڑھا کرتے تھے آخر آخر میں یہ حال ہوگیا تھا کہ اپنے گھر میں سال میں ایک مرتبہ ضرور مجلسِ میلادِ نبوی منعقد کرتے اور خود ہی منبر پر پڑھنے کو بیٹھتے بیت متذکرہ کے پہلے ہی مصرعہ پر ہچکیاں لگ جاتیں اور گھنٹوں رہتیں کہ مولانا پڑھنے سے مجبور ہو جاتے اور کسی دوسرے شخص کو پڑھنا پڑتا تھا، مولانا کو بیعت ارادت مولانا انوار الحق قدس اللہ سرہ لکھنوی فرنگی محلی سے تھی جن کو آپ ''میاں'' کے لفظ سے یاد کیا کرتے تھے۔

تصنیفات:

مولانا کے قلم کی جس قدر تحریریں مجھے ملی ہیں اُن کی تقسیم کر کے حسب ذیل تصانیف میں نے جمع کی ہیں (۱) کتاب مرغوب در ماخذ جوابات نصاریٰ (۲) رسالہ اردو وحدت وجود (۳) تقریر در بحث لاتناہی (۴) مولد

نامہ مصطفوی (۵) دامغہ علویہ (۶) انتخاب ترجمہ ارشادات عیسویہ (۷) تنقیح العبادات (۸) مجمع النورین در بیان الوہیت ورسالت (۹) رسالہ نجات اُخروی (۱۰) استفسار (۱۱) استبشار (۱۲) تذکرہ شہادت سید الشہدا (۱۳) تذکرۃ المولی (۱۴) فواعد مثنوی مولانا روم (۱۵) تقاریر در بحث لا تناہی (۱۶) ترجمہ بعض آیات قرآنی درباب اعتقادات (۱۷) ابحاث مختلفہ۔

اولاد:

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کی اولاد کا اختصار کے ساتھ لکھ دوں کہ خالی از دل چسپی نہ ہوگا۔ (۱) اولاد حسن مرحوم (۲) عارف حسن مرحوم (۳) انوار الحسن مرحوم (۴) لطف حسن مرحوم (۵) شریف الحسن مرحوم (۶) احمد سعید مرحوم (۷) دختر کلاں مرحومہ عقد بہ حافظ نیاز حسن مرحوم (۸) دختر دوم مرحومہ عقد بہ مولوی محبوب الحسن مرحوم لاولد (۹) دختر سوم عقد بہ حافظ محمد ابراہیم صاحب۔ فقط تحریر ۱۷ ذوالحجہ ۱۳۲۹ھ

سید محمد حیات الحسن موہانی۔ اورنگ آباد، دکن

ملخصاً (تنقیح العبادات صفحہ ۱۴۱ تا ۱۴۸ مطبوعہ اردو پریس، علی گڑھ)

مولانا آلِ حسن موہانی کے متعلق ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی کی تلبیس کا جائزہ:

حضرت علامہ مولانا آلِ حسن مہانی رضوی رحمۃ اللہ علیہ رد عیسائیت میں اہل سنت کے بڑے زبردست ماہر عالم کے طور پر مانے جاتے ہیں حضرت نے متعدد موضوعات پر کتب لکھیں، جن میں ایک کتاب "تنقیح العبادات" میں اہل سنت کی تائید اور وہابیہ کی خوب تردید کی، لیکن دیوبندیوں کے نام نہاد "محقق" ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی نے مولانا آلِ حسن موہانی رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الاستفسار" کے مقدمے میں لکھا:

"جب مولانا نے یہ کتابیں لکھیں اور رد عیسائیت پر یہ بنیادی کام کیا مسلمانوں میں دیوبندی بریلوی اختلافات نہ اُبھرے تھے جمہور مسلمان سب اہل السنۃ والجماعۃ تھے اور ان میں کوئی ذیلی گروہ نہ تھے تاہم ان کتابوں پر نظر کرنے سے مولانا آلِ حسنؒ کے عقائد کا ان الفاظ میں پتہ ملتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت یہ اہل سنت کے اجماعی عقائد تھے"

(مقدمہ کتاب الاستفسار صفحہ ۵۵ مطبوعہ دارالمعارف، الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور)

قارئین آپ نے ملاحظہ کیا کہ ڈاکٹر صاحب یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ مولانا آلِ حسن موہانی کی کتب میں درج عقائد مسلمانوں کے اجماعی عقائد ہیں لیکن اس کے ساتھ ڈاکٹر صاحب نے یہ بات لکھی ہے کہ حضرت مولانا آلِ حسن موہانی رحمۃ اللہ علیہ کے وقت میں دیوبندی بریلوی اختلافات نہیں اُبھرے تھے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا آلِ حسن موہانی نے وہابیہ دیوبندیہ کے امام مولوی اسماعیل دہلوی کے اصول ونظریات کے رد میں "تنقیح العبادات" کے نام سے مستقل کتاب تالیف فرمائی ہے جس کے مندرجات کا ڈاکٹر صاحب کو علم ہے کیونکہ "کتاب الاستفسار" کے مقدمے میں ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی نے لکھا ہے:

"یہ صحیح ہے کہ حضرت مولانا آلِ حسنؒ کا موضوع تحقیق زیادہ تر رد نصاریٰ تھا تاہم آپ نے اور کئی موضوعات پر بھی قلم اُٹھایا، الٰہیات کے ماہر ہونے کی حیثیت سے آپ زیادہ ان موضوعات کو چھوتے ہیں جن میں افراط وتفریط بالآخر مسیحی عقائد کے موضوع پر لے آتی ہے آپ کے افکار وخیالات بحیثیت مجمع النورین اسلامی نظریہ فکر کے گرد حفاظت کے عظیم پہرے ہیں آپ کے پوتے سید محمد حیات الحسن موہانی نے آپ کی کتاب "تنقیح العبادات" کے ابتدائیہ میں آپ کی کچھ اور کتابوں کا ذکر بھی کیا ہے جن میں تذکرۂ شہادت (سانحہ کربلا) اور فوائد مثنوی مولانا روم زیادہ اہمیت رکھتی ہیں"

(مقدمہ کتاب الاستفسار صفحہ ۶۴ مطبوعہ دارالمعارف، الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور)

اس اقتباس سے دو باتیں معلوم ہوئیں

۱۔ "تنقیح العبادات" کے مندرجات کا علم ہونے کے باوجود ڈاکٹر صاحب نے خیانت کرتے ہوئے "کتاب الاستفسار" کے مقدمے میں یہ بات لکھ دی کہ مولانا آلِ حسن موہانی کے دور میں وہابی فرقہ نہ تھا، سب اہل السنۃ کہلواتے تھے درحقیقت یہ بات غلط ہے کیونکہ مولانا کی حیات میں دیوبندی حضرات کے ہم عقیدہ وہابی فرقے کا ظہور ہو چکا تھا، اسی لیے مولانا آلِ حسن موہانی نے اپنی کتاب "تنقیح العبادات" میں اس فرقے کا خوب رد کیا ہے۔

۲۔ ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی صاحب نے مولانا آلِ حسن موہانی کے افکار وخیالات کو "بحیثیت مجمع النورین اسلامی نظریہ فکر کے گرد حفاظت کے عظیم پہرے" قرار دیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے مقدمے سے نقل کردہ صفحہ ۵۵/اور ۶۴/کے دونوں اقتباسات سے یہ بات تو بہر حال ثابت ہوگئی ہے کہ "مولانا آلِ حسن موہانی رضوی کی کتب میں درج نظریات اہل سنت کے اجماعی نظریات اور اسلامی نظریہ فکر کے عظیم پہرے ہیں"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں اور آپ کا سایہ نہ تھا:

ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی صاحب نے مولانا آلِ حسن موہانی کی کتاب "مولدِ مصطفوی" کا ذکر کرتے ہوئے اپنے مقدمہ میں لکھا ہے:

"آپ کی ایک کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر ہے جس کا پہلا شعر قاری اور سامع کو عجیب حال لے آتا ہے

امروز شاہِ شاہاں مہماں شد است مارا
جبریل باملائک دربان شد است مارا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ کا ذکر اور بیان

مندوب اور مستحب ہے اسے بدعت کہنا کسی طرح صحیح نہیں''

(مقدمہ کتاب الاستفسار صفحہ ۶۴ مطبوعہ دار المعارف، الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور)

مولانا آلِ حسن موہانی رضوی نے کتاب ''مولدِ مصطفوی'' میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا نور ہونا اور آپ کا سایہ نہ ہونا بیان کیا ہے۔ جو کہ وہابیہ دیوبندیہ کے عقیدہ کے خلاف ہے اور وہابیہ دیوبندیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کے عقیدہ کے قائل ہم اہلِ سنت وجماعت کو بشریت کا منکر قرار دیتے ہیں اور مولوی سرفراز گکھڑوی دیوبندی نے اپنی کتاب ''تنقید متین'' میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ مبارک نہ ہونے کے عقیدے کے متعلق یہاں تک لکھا ہے کہ:

''اصل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ ہونے کا مسئلہ شیعہ کا ہے''

(تنقید متین صفحہ ۱۲۱، ۱۲۲، ناشر انجمن اسلامیہ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ طبع اول ۱۹۷۵ء)

یعنی گکھڑوی صاحب کے مطابق مولانا آلِ حسن موہانی بشریت کے منکر اور شیعہ عقیدہ رکھنے والے ہوئے، (اس سے پہلے سایہ نہ ہونے کے متعلق مولانا عنایت احمد کاکوروی کا عقیدہ بھی بیان کیا جا چکا ہے) دیوبندی حضرات بتائیں کہ مولوی سرفراز گکھڑوی دیوبندی کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ نہ ہونے کے عقیدے کو شیعہ کا عقیدہ قرار دینا درست ہے؟

مولانا آلِ حسن موہانی کی کتاب ''تنقیح العبادات'' کا راقم کے پاس ''اردو پریس علی گڑھ'' سے ۱۳۲۹ھ میں شائع ہونے والا نسخہ موجود ہے جو ان کے نواسے اور اردو ادب کی مشہور شخصیت مولانا فضل الحسن المعروف حسرت موہانی نے شائع کروایا تھا۔ ذیل میں اس کے وہ اقتباسات بلا تبصرہ پیش کیے جا رہے ہیں جن میں مولانا آلِ حسن نے امام الوہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے پیر سید احمد (کے بنائے ہوئے وہابی دیوبندی فرقہ) کے اصولوں اور نظریات کا رد کیا ہے۔

مولوی اسماعیل دہلوی اور اس کے پیر سید احمد پہلے بزرگوں کو مشرک اور بدعتی کہتے تھے حالانکہ خود بدعتی تھے:

''مولوی اسماعیل صاحب اور سید احمد صاحب اگرچہ اگلے بزرگوں کی باتوں کو شرک اور بدعتِ ضالہ بتایا کرتے تھے مگر آپ انہوں نے بہت سی باتیں نکالیں کہ خیر القرون میں اس کا نشان اور پتہ بھی نہیں ملتا''۔

(تنقیح العبادات صفحہ ۷۵ مطبوعہ اردو پریس علی گڑھ)

وہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی کو امام رازی سے بڑا سمجھتے ہیں:

اسی کتاب میں ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ ''مولوی اسماعیل صاحب نے جن کو وہابیہ ہند امام فخر الدین رازی سے افضل اور برابر امام ابوحنیفہ اور شافعی کے جانتے ہیں''۔

(تنقیح العبادات صفحہ ۱۰ مطبوعہ اردو پریس علی گڑھ)

مسئلہ استمداد میں وہابیہ دیوبندیہ کے استدلال کا ردِ بلیغ:

''وہابیہ لوگ کاملوں کی ارواح سے فیض حاصل کرنے کو محال اور اس اعتقاد اور اُس کے اعمال کو شرکِ جلی ٹھہراتے ہیں سو اُن کے اس قول کا غلط ہونا ثابت کیا جاتا ہے از روئے چند مقدموں کے''۔

(تنقیح العبادات صفحہ ۵۰ مطبوعہ اردو پریس علی گڑھ)

''جاننا چاہیے کہ اس قولِ اخیر کا رواج دینے والا فرقہ وہابیہ کا ہے جو تیرہ صدی میں پیدا ہوا ہے سو انہوں نے اور بھی بہت سی باتیں غلط نکالی ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ سب دین کی باتیں ہیں از اں جملہ یہ کہ قرآن شریف میں جو فرمایا ہے کہ یدعون من دون اللہ یعنی ''مشرکین پکارتے ہیں غیر اللہ کو'' یا فرمایا ہے: لا تدعوا مع اللہ احدا تو مطلق ماسوی اللہ کو فرمایا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا اذا سئلت فاسئل اللہ و اذا استعنت فاستعن باللہ تو یہاں بالکل ماسوی اللہ سے مانگنے کو منع فرمایا اور فرقہ وہابیہ ایسی آیتوں اور حدیثوں کو ایسے محل میں لاتے ہیں بلکہ صاف تقریریں لکھتے اور وعظ میں بیان کرتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں مطلق سے ماسوی اللہ مراد نہیں بلکہ وہی اشخاص مراد ہیں جو نظر نہیں آتے جیسے ارواح اور فرشتے۔ حالانکہ یہ تخصیص قطعاً باطل ہے اور تحریف معنوی قرآن اور حدیث کی لازم آتی ہے اسی کا نام بدعتِ ضالہ ہے جو جہنم کو کھینچ لے جانے والی ہے''۔

(تنقیح العبادات صفحہ ۲۲، ۲۳ مطبوعہ اردو پریس علی گڑھ)

وہابیہ بزرگوں کی قبروں کا ادب کرنے کو بت پرستی کہتے ہیں:

''پاس آدابِ قبورِ صالحین (یعنی بزرگوں کی قبور کا ادب کرنے) کو وہابیہ بت پرستی بتاتے ہیں حالانکہ ہمارے اگلے علمائے حقانی لکھتے آئے ہیں کہ مقبور کے ساتھ مانند اُس پاس اور لحاظ کے پیش آنا چاہیے جیسے اُس کی حیات میں پیش آنا ہوتا''۔

(تنقیح العبادات صفحہ ۳۹ مطبوعہ اردو پریس علی گڑھ)

بزرگانِ دین کی قبر کے قریب مسجد بنانے کا ثبوت اور وہابیہ کا رد:

''جو وہابیہ طعنہ دیا کرتے ہیں کہ اکثر مشائخ ہند میں ہوتا رہا ہے کہ مسجد کے پاس مقبرہ یا مقبرہ کے پاس مسجد بنائی جاتی ہے اس کو وہابیہ کہتے ہیں کہ عین قبرستان میں نماز پڑھنا ہے اور یہ نہیں دیکھتے کہ جہاں سے اسلام نکلا ہے وہاں سے یہی چلا آیا ہے کہ مسجد نبوی اور مرقدِ مصطفوی سی علی صاحبہا الصلاۃ والسلام اور اُس کے ساتھ حضرت صدیق اور فاروق رضی اللہ عنہما کی قبر ایک ہی جگہ بنی ہے، از اں جملہ تعظیم تبرکات کی کہ اُس کو بھی وہابیہ شرک فی العبادت اور بت پرستی کہتے ہیں حالانکہ قرآن شریف سے ظاہر ہے کہ وہ صندوق جس میں تبرکات حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے رکھے رہتے تھے ایسا متبرک اور واجب التعظیم تھا کہ فرشتے اُسے اُٹھایا کرتے تھے پس حضرت خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام کے تبرکات بطریق اولیٰ واجب التعظیم ٹھہرے''۔

(تنقیح العبادات صفحہ ۳۹، ۴۰ مطبوعہ اردو پریس علی گڑھ)

وہابیہ شاہ ولی اللہ کو اپنا پیشوا تو کہتے ہیں لیکن دراصل اُن کے مخالف ہیں:

''جن علمائے ہند کو وہابیہ اپنا مقتدا جانتے ہیں یعنی خاندان شاہ ولی اللہ صاحب کا سوان کے والد کے وقت سے اُن کے بعض پوتوں تک مجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اپنے پیروں کا عرس باستثناء گانے کے کیا کرتے تھے اور اُسکو بہتر جانا کرتے تھے یعنی تعین تاریخ کرتے تھے''۔

(تنقیح العبادات صفحہ ۴۵ مطبوعہ اردو پریس علی گڑھ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی عرس منعقد کرنے کو اچھا جانتے تھے:

''اور شیخ عبدالحق دہلوی نے کہ اُن کو بھی وہابیہ مغرلی مانتے ہیں تعیین عرس کا استحسان اپنے پیر سے نقل کر کے اُس کو بدعت ہونے سے خارج ٹھہرایا ہے''۔

(تنقیح العبادات صفحہ ۴۹ مطبوعہ اردو پریس علی گڑھ)

ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی کے اعلیٰ حضرت سے بغض کا روشن ثبوت:

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی نے حضرت مولانا آل حسن موہانی رضوی کی ''کتاب الاستفسار'' اپنے مقدمہ اہتمام سے شائع کروائی، اس کتاب میں حضرت مولانا آل حسن موہانی رضوی ''نبی'' کا ترجمہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''نبی کے معنی ہیں غیب کی خبر دینے والا''

(کتاب الاستفسار صفحہ ۲۸۸ مطبوعہ دارالمعارف، الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور)

لیکن اس مقام پر ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی صاحب کو حضرت مولانا آل حسن موہانی پر اعتراض کرنے کی جرأت نہ ہوسکی، ''نبی'' کا یہی ترجمہ امام اہل سنت سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ مفتی احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی نے بھی کیا ہے۔ لیکن اعلیٰ حضرت کی طرف سے کیا گیا نبی کا یہ ترجمہ ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی صاحب سے ہضم نہ ہوسکا اور ڈاکٹر صاحب نے اس ترجمہ کی وجہ سے اعتراض کرتے ہوئے لکھ دیا کہ:

''مولانا احمد رضا خان نے قرآن کریم کے ترجمہ میں نبی کے معنی غیب کی خبریں دینے والے کئے ہیں۔''

(مطالعہ بریلویت جلد ۲ صفحہ ۱۵۸ مطبوعہ دارالمعارف اردو بازار لاہور۔ ایضاً جلد ۲ صفحہ ۱۵۷ مطبوعہ حافظی بک ڈپو دیوبند)

اس کے کچھ سطر بعد لکھتے ہیں

''مولانا احمد رضا خان نے لفظ نبی کا عام ترجمہ کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامِ نبوت سے کھلے بندوں انحراف کیا ہے۔''

(مطالعہ بریلویت جلد ۲ صفحہ ۱۵۸ مطبوعہ دارالمعارف اردو بازار لاہور۔ ایضاً جلد ۲ صفحہ ۱۵۷ مطبوعہ حافظی بک ڈپو دیوبند)

اس اقتباس سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ نبی کے معنی ''غیب بتانے والے'' کرنے سے ڈاکٹر خالد دیوبندی صاحب کو کس قدر تکلیف ہے، لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب مولانا آل حسن موہانی نے ''نبی'' کا یہی معنی لکھا تو اس وقت یہ کیوں نہ یاد آیا کہ یہ ''مقامِ نبوت سے کھلے بندوں انحراف ہے'' تب تو اس میں کوئی قباحت نظر نہ آئی لیکن جب اعلیٰ حضرت نے یہ ترجمہ کیا تو اعتراض جڑ دیا، دیوبندی دھرم کے یہی دوہرے معیار ہیں جن کی وجہ سے یہ ہر جگہ خفت اُٹھاتے ہیں۔ (راقم کے پاس دیوبندی علماء کے حوالہ جات محفوظ ہیں جن انہوں نے بھی ''نبی'' کا ترجمہ ''غیب کی خبریں دینے والا'' کیا ہے)۔ قارئین! آپ نے ملاحظہ کیا کہ مولانا آل حسن موہانی کی کتب سے پیش کیے گئے یہ وہابیت شکن اقتباسات عقائد وہابیہ دیوبندیہ کے سخت خلاف ہیں مولانا آل حسن موہانی کے ان وہابیت شکن نظریات کا علم ہونے کے باوجود ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی نے مولانا آل حسن موہانی کے عقائد کی تعریف کی اور ان کو اہل سنت کے اجماعی عقائد تسلیم کیا جو کہ دراصل ان کی اپنی تردید ہے قارئین حیران ہوں گے کہ پھر ڈاکٹر صاحب نے اپنی تردید کرتے ہوئے ایسا کیوں لکھا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ تقیہ دیوبندی مذہب کا اہم طریقۂ واردات ہے جس سے کام لیتے ہوئے ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی صاحب نے مولانا آل حسن موہانی کے عقائد کو مسلمانوں کے اجماعی عقائد تسلیم کیا ہے۔ جو شخص دیوبندیت سے اچھی طرح واقف ہے اسے دیوبندیوں کے اس طریقہ واردات کا بخوبی علم ہے اس لیے ڈاکٹر صاحب سے اس فعل کا صادر ہونا عجیب بات نہیں۔ یہ دیوبندی جہاں خود پھنس جائیں یا ان کو سادہ لوح سنی عوام کو اپنے جال میں پھنسانا منظور ہو وہاں یہ اپنے عقیدے کو چھپا کر تقیہ کر لیتے ہیں، جیسے کہ ان کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کانپور میں تقیہ کر کے میلاد شریف میں شرکت کرتے رہے (ملاحظہ ہو تذکرۃ الرشید جلد اول)۔ دیوبندیوں کی تقیہ بازی کی مزید تفصیل کے لیے امام المناظرین حضرت شیر بیشہ اہلِ سنت مولانا حشمت علی لکھنوی کی کتاب ''راد المہند'' اور شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتیٔ اعظم ہند مولانا مصطفی رضا خان نوری برکاتی کی کتاب ''وہابیہ کی تقیہ بازی'' ملاحظہ فرمائیں، دیوبندی ڈاکٹر صاحب کی اس کاروائی کا مقصد ردِ عیسائیت میں عظیم خدمات سرانجام دینے والے عالمِ اہلِ سنت حضرت مولانا آل حسن موہانی کو اپنے کھاتے (فرقے) میں ظاہر کرنا ہے۔ جس میں وہ یقیناً کامیاب نہیں ہوسکیں گے ان شاء اللہ (راقم کی اس بات کا ثبوت کہ مولانا آل حسن موہانی کی کتب میں وہابی نظریات کا رد ہے، ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی صاحب کے اہتمام اور مقدمے کے ساتھ مولانا آل حسن موہانی کی شائع ہونے والی کتاب ''الاستفسار'' میں بھی موجود ہے) یہ موضوع ایک مفصل مقالہ کا متقاضی ہے جس میں تفصیل سے بیان کیا جائے کہ حضرت مولانا آل حسن موہانی اہلِ سنت نظریات رکھتے تھے اور ان کی کتب میں درج اُن کے عقائد وہابیہ دیوبندیہ کے سخت مخالف ہیں۔ اس وقت عدیم الفرصتی اور کثرت کار کی وجہ سے راقم سے جتنا لکھا گیا لکھ دیا ہے فی الحال اسے غنیمت جانیے۔

۲۰ دسمبر ۲۰۱۴ء

massam.rizvi@gmail.com

ابواسامہ ظفرالقادری بکھروی

''محمد بن اسحاق بن یسار''
احکام وسنن میں ضعیف ترین راوی ہے

الحمدللہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّد المرسلین، وعلیٰ آلہ واصحابہ واہل بیتہ وازواجہ اجمعین: امابعد!

یہ ضعیف ترین راوی غیرمقلدین کے کچھ مسائل جیسے مسئلہ طلاق ثلاثہ اور قرأت خلف الامام میں بنیاد ہے، جس کے بغیر غیرمقلدیت چل نہیں سکتی۔

اس راوی کے بارے میں محدثین کی رائے کیا ہے ملاحظہ فرمایئے اور دیکھئے کہ غیرمقلدین کس طرح ضعیف روایتوں پر اپنا ایمان بنائے بیٹھے ہیں ہم نے غیرجانب دارانہ تحقیق پیش کردی ہے جوکہ حق قبول کرنے والوں کے لئے کافی ہے:

۱۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وقال مالك دجال من الدجاجلة۔ **ترجمہ**: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں محمد بن اسحاق دجالوں میں سے ایک دجال ہے۔

(تہذیب التہذیب:9/14، تذکرۃ الحفاظ:1/031)

دوسری جگہ فرماتے ہیں: أخبرني محمد بن الحسين القطان قال أنبأنا دعلج بن احمد قال أنبأنا احمد بن علي الأبار قال نبأنا إبراهيم بن زياد سبلان قال نبأنا حسين بن عروة قال سمعت مالك بن أنس يقول محمد بن إسحاق كذاب۔ **ترجمہ**: محمد بن اسحاق کذاب ہے۔

(تاریخ بغداد:1/322)

۲۔ یحییٰ بن سعید القطان رحمۃ اللہ علیہ:

نا عبد الرحمن نا صالح بن احمد بن محمد بن حنبل نا علی یعنی ابن المدینی قال سمعت یحیی یحیی ابن سعید القطان یقول قلت لهشام بن عروة ان ابن اسحاق یحدث عن فاطمة بنت المنذر فقال أهو كان يصل إليها؟ فقلت ليحيى كان محمد بن اسحاق بالكوفة وانت بها؟ قال نعم. قلت تركته متعمدا؟ قال نعم تركته متعمدا ولم اكتب عنه حديثا قط۔ **ترجمہ**: علی بن المدینی فرماتے ہیں میں نے سعید بن قطان سے پوچھا محمد بن اسحاق اور آپ کوفہ میں رہتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا جی ہاں ہم دونوں کوفہ میں ہوتے ہیں میں نے کہا آپ نے اس کو جان بوجھ کر چھوڑ رکھا ہے یحیی بن سعید نے کہا جی ہاں میں نے اس کو قصداً چھوڑا ہوا ہے اور میں نے اس سے کبھی بھی حدیث نہیں لکھی۔ (الجرح والتعدیل:7/193)

یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں: أبو قلابة الرقاشي، حدثني أبو داود سليمان بن داود. قال: قال يحيى القطان: أشهد أن محمد بن إسحاق كذاب. **ترجمہ**: میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن اسحاق بہت بڑا جھوٹا ہے۔

(میزان الاعتدال:3/174)

۳۔ ابوحفص فلاس رحمۃ اللہ علیہ:

ثنا عبد الرحمن نا ابی حدثنی مقاتل بن محمد الرازي حدثنا أبو داود نا حماد بن سلمة قال لولا الاضطرار ما حدثت عن محمد بن اسحاق. نا عبد الرحمن نا ابی قال سمعت ابا حفص الفلاس قال كنا عند وهب بن جرير فانصرفنا من عنده فمررنا بيحيى بن سعيد القطان فقال اين كنتم؟ قلنا كنا عند وهب بن جرير يعنى يقرأ علينا كتاب المغازى عن ابيه عن ابن اسحاق. قال تنصرفون من عنده بكذب كثير **ترجمہ**: ابوحفص فلاس کہتے ہیں کہ ہم وہب بن جریر کے پاس تھے اور جب لوٹے تو یحییٰ بن سعید کے پاس سے گذرے یحیی بن سعید نے پوچھا تم کہاں تھے۔ ہم نے جواب دیا کہ ہم وہب بن جریر کے پاس تھے اور وہ ہمارے سامنے محمد بن اسحاق کی مغازی کی کتاب پڑھ رہے تھے یحیی بن سعید القطان نے فرمایا کہ تم اس سے بہت سارا جھوٹ لے کر لوٹے ہو۔

(الجرح والتعدیل:7/391)

۴۔ یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ

محمد بن ہارون فلاس فرماتے ہیں: نا عبد الرحمن نا محمد بن هارون الفلاس المخرمي قال سالت يحيى بن معين عن محمد بن اسحاق فقال ما احب ان احتج به في الفرائض **ترجمہ**: میں نے یحییٰ بن معین سے محمد بن اسحاق کے متعلق پوچھا تو یحییٰ بن معین نے فرمایا کہ میں فرائض میں اس کی حدیث حجت نہیں پکڑنا پسند کرتا۔ (الجرح والتعدیل: 7/491)

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: قال وسمعت يحيى يقول لم يزل الناس يتقون حديث محمد بن اسحاق **ترجمہ**: لوگ ہمیشہ محمد بن اسحاق کی حدیث سے بچتے رہے ہیں اور کبھی یوں فرمایا ذاك هو ضعيف **ترجمہ**: محمد بن اسحاق قوی نہیں ضعیف ہے۔
الجرح والتعدیل: 7/491)

۵۔عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ

عبدالرحمٰن بن ابی حاتم نے اپنے باپ ابو حاتم سے سنا انھوں نے فرمایا: نا عبد الرحمن قال سمعت ابي يقول محمد بن اسحاق ليس عندي في الحديث بالقوى ضعيف الحديث **ترجمہ**: محمد بن اسحاق میرے نزدیک حدیث میں قوی نہیں بلکہ ضعیف الحدیث ہے۔

(الجرح والتعدیل (7/491)

۶۔امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ:

امام نسائی فرماتے ہیں: محمد بن إسحاق ليس بالقوي: **ترجمہ**: محمد بن اسحاق قوی نہیں ہے۔
(الضعفاء والمتروکین للنسائی: ص 112، رقم 315)

۷۔امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ

وقال الدارقطني: لا يحتج به. امام دارقطنی فرماتے ہیں: اس کی حدیث کے ساتھ حجت نہیں پکڑی جا سکتی۔
تذکرۃ الحفاظ: 1/031)

۸۔سلیمان التیمی رحمۃ اللہ علیہ:

وقال سليمان التيمي: كذاب **ترجمہ**: سلیمان تیمی فرماتے ہیں محمد بن اسحاق کذاب ہے۔
میزان الاعتدال: 3/964)

۹۔ہشام بن عروۃ رحمۃ اللہ علیہ:

وقال وهيب: سمعت هشام بن عروة يقول: كذاب. **ترجمہ**: اور ہشام بن عروۃ فرماتے ہیں محمد بن اسحاق کذاب ہے۔
میزان الاعتدال: 3/964)

۱۰۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ:

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: وَابْنِ إِسْحَاق لَا يَحْتَجُّ بِمَا يَنْفَرِدُ بِهِ مِنَ الْأَحْكَامِ: **ترجمہ**: اس کی روایت احکام میں حجت نہیں خصوصاً جب یہ روایت کرنے میں منفرد ہو
(الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ: 2/91 تحت رقم 334)

اور زیر بحث اس کی جتنی بھی احادیث ہیں ان میں یہ منفرد ہے کوئی بھی ثقہ راوی اس کا متابع نہیں ہوتا۔

۱۱۔امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ:

امام ابو داؤد، ابن اسحاق کے متعلق فرماتے ہیں: وقال أبو داود: قدري معتزلي. ابن سحاق قدری اور معتزلی ہے۔
میزان الاعتدال: 3/964)

۱۲۔علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ:

علامہ ذہبی فرماتے ہیں: والذي تقرر عليه العمل أن ابن إسحاق إليه المرجع في المغازي والأيام النبوية مع أنه يشذ بأشياء وأنه ليس بحجة في الحلال والحرام: **ترجمہ**: اور عملاً جو چیز پختہ طور پر ثابت ہے وہ یہ ہے کہ محمد بن اسحاق کی طرف مغازی اور سیر نبویہ میں رجوع کیا جائے لیکن اس میں بھی وہ شاذ چیزیں بیان کرتا ہے لیکن حلال حرام میں حجت نہیں۔
تذکرۃ الحفاظ: 1/031)

۱۳۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: أَمَّا مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاق فَيُكْتب عَنهُ هَذِه الْأَحَادِيث يَعْنِي الْمَغَازِي وَنَحْوهَا فَإِذا جَاءَ الْحَلَال وَالْحرَام أردنَا قوما هَكَذَا قَالَ أَحْمد بن حَنْبَل بِيَدِهِ وضم يَدَيْهِ وَأقَام أَصَابِعه الإبهامين: **ترجمہ**: امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ محمد بن اسحاق سے مغازی وغیرہ کی احادیث لکھی جاتی ہیں لیکن جب حلال حرام کے مسئلے آتے ہیں تو ہم محمد بن اسحاق سے اعراض کر کے ثقہ لوگوں کا ارادہ کرتے ہیں امام احمد بن حنبل نے اس مفہوم کو اس طرح بیان کیا کہ دونوں ہاتھوں کی مٹھی بند کی اور دونوں انگوٹھے کھڑے رکھے۔

(1) تاریخ ابن معین بروایۃ الدوری: 3/742 (2) الجرح والتعدیل: 7/391
(3) طبقات الحنابلۃ: 1/732 (4) المقصد الارشد: 2/972
(5) النکت علی مقدمۃ ابن الصلاح: 2/903 (6) فتح المغیث: 1/053

۱۴۔ناصر الدین البانی (غیر مقلد):

ناصر الدین البانی لکھتے ہیں: وابن إسحاق حجة في المغازي. لا في الأحكام إذا خالف: **ترجمہ**: محمد بن اسحاق مغازی میں حجت ہے احکام میں حجت نہیں خصوصاً جب وہ دوسرے ثقات

کی مخالفت کرے۔(ضعیف ابی داؤد:2/561)

۱۵۔نواب صدیق حسن خان بھوپالی (غیر مقلد):

نواب صدیق حسن خان غیر مقلد لکھتے ہیں: "در سندش نیز ہماں محمد بن اسحاق است ومحمد بن اسحاق حجت نیست۔ **ترجمہ:** نیز اس کی سند میں محمد بن اسحاق ہے اور محمد بن اسحاق حجت نہیں۔ دلیل الطالب ص932)

محدثین کے نزدیک محمد بن اسحاق مدلس ہے

۱۶۔علامہ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ:

علامہ ابن رجب لکھتے ہیں: "وأما ما روى عن ضعيف فأسقطه من الإسناد بالكلية. فهو نوع تدليس ومنه ما يسمى التسوية . وهو أن يروي عن شيخ له ثقة عن رجل ضعيف عن ثقة فيسقط الضعيف من الوسط "

ترجمہ: جو راوی ضعیف سے روایت کرتا ہو اور وہ سند سے ضعیف راوی کو گرا دے تو یہ تدلیس ہے اس کی ایک قسم کا نام تدلیس التسویہ ہے وہ یہ کہ راوی کا شیخ الشیخ ثقہ ہو لیکن شیخ ضعیف ہو اور شیخ الشیخ ثقہ راوی سے روایت کرے پس یہ ضعیف دو ثقہ راویوں کے درمیان میں ہے جس کو راوی حدیث حذف کر دیتا ہے۔(شرح علل الترمذی لابن رجب:1/804)

۱۷۔علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ:

علامہ نووی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: وإذا قالوا: متروك الحديث, أو ذاهبه, أو كذاب, فهو ساقط لا يكتب حديثه: **ترجمہ:** اور جب محدثین کسی راوی کے متعلق (یہ الفاظ) کہہ دیں کہ وہ متروک الحدیث ہے یا (باب حدیث میں) گیا گذرا ہے یا جمہور اس کو کذاب کہہ دیں تو ایسا راوی ساقط الاعتبار ہوتا ہے اور اس کی حدیث لکھنے کے قابل نہیں ہوتی۔(التقریب والتیسیر للنووی:1/8)

اور یہ بات واضح رہے کہ محدثین کے نزدیک کذاب اور تہمت کذاب ایسی جرح ہے کہ جس کا تدارک نہیں ہو سکتا اس لیے محمد بن اسحاق جس کو دجال کذاب مکار کہا گیا ہے اس کی وجہ سے اس کی حدیث انتہائی ضعیف ہے اس لیے اس کی حدیث احکام میں حجت نہیں بن سکتی۔ البتہ جن بعض محدثین نے اس کو ثقہ کہا ہے اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ محمد بن اسحاق ان کے نزدیک مغازی، تاریخ اور فضائل میں معتبر ہے لیکن شرعی احکام اور حلال وحرام میں حجت نہیں۔

۱۸۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وقال المروذي

قال أحمد بن حنبل كان ابن اسحاق يدلس:

ترجمہ: محمد بن اسحاق تدلیس کرتا ہے۔تہذیب التہذیب:9/83

اثرم کہتے ہیں میں نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا:

ما تقول في محمد بن إسحاق؟ قال: هو كثير التدليس جدا **ترجمہ:** آپ محمد بن اسحاق کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا کہ وہ بہت زیادہ تدلیس کرتا ہے۔

الجرح والتعدیل:7/391،491)

قيل له: فإذا قال أخبرني وحدثني فهو ثقة؟ قال: هو يقول أخبرني ويخالف. **ترجمہ:** نیز امام احمد سے پوچھا گیا کہ جب وہ اخبرنی اور حدثنی کے ساتھ روای کرے اس کی روایت معتبر ہے؟ امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ وہ اخبرنی کہتا ہے پھر اس کے خلاف بھی کہہ دیتا ہے۔میزان الاعتدال:(3/470

۱۹۔علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ:

علامہ نووی لکھتے ہیں: فَإِن ابْن إِسْحَاق مُدَلّس مَشْهُور بذلك, والمدلس إِذا قَالَ: عَن, لَا يحْتَج بِهِ بِالِاتِّفَاقِ.

ترجمہ: محمد بن اسحاق تدلیس کرنے میں مشہور ہے اور جب مدلس عن کے ساتھ روایت کرے تو اس کی حدیث بالاتفاق حجت نہیں ہوتی۔

خلاصۃ الاحکام فی مہمات السنن وقواعد الاسلام:2/617 تحت رقم7052)

۲۰۔أحمد بن أبي بكر بن إسماعيل الكناني رحمۃ اللہ علیہ:

علامہ أحمد بن أبي بكر بن إسماعيل الكناني لکھتے ہیں: وفي سنده ابن إسحاق وهو مدلس: **ترجمہ:** اس کی سند میں محمد بن اسحاق ہے اور وہ مدلس ہے۔(مصباح الزجاجۃ:3/82)

۲۱۔زین الدین أبي الفرج عبد الرحمن ابن شهاب الدين الدمشقي الشهير بابن رجب:

علامہ ابن رجب لکھتے ہیں: "وابن اسحاق مدلس "

ترجمہ: ابن اسحاق مدلس ہے۔(فتح الباری لابن رجب:6/135)

۲۲۔أبو الفضل زين الدين عبد الرحيم بن الحسين بن عبد الرحمن العراقي:

علامہ عراقی فرماتے ہیں: وَفِي إِسْنَادِهِ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ . وَقَدْ رَوَاهُ بِالْعَنْعَنَةِ . وَهُوَ مُدَلِّسٌ . **ترجمہ:** اس کی سند میں محمد بن اسحاق ہے اور وہ مدلس ہے عن کے ساتھ روایت کی ہے۔

طرح التثریب:2/12)

۲۳۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ:

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں " محمد ابن إسحاق ابن يسار أبو بكر المطلبي مولاهم المدني نزيل العراق إمام المغازي صدوق يدلس ورمي بالتشيع والقدر "**ترجمہ:** محمد بن اسحاق بن یسار ابوبکر المطلبی مغازی کے نقل کرنے میں امام ہے سچا ہے لیکن تدلیس کرتا ہے اس پر شیعی اور قدری ہونے کا الزام ہے۔ (تقریب التہذیب: 2/467 رقم 5726)

۲۴۔ علامہ نور الدین علی بن أبی بکر الہیثمی:

علامہ نور الدین الہیثمی ایک حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں، رواه الطبراني في الأوسط ورجاله ثقات إلا ابن إسحاق مدلس. **ترجمہ:** اس حدیث کو طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے اس کے راوی ثقہ ہیں لیکن محمد بن اسحاق مدلس ہے۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: 9/67 تحت رقم 13941)

۲۵۔ ناصر الدین البانی (غیر مقلد):

ناصر الدین البانی غیر مقلد لکھتے ہیں قلت : و هذا إسناد ضعيف . ابن إسحاق مدلس **ترجمہ:** اور اس روایت کی اسناد ضعیف ہے محمد بن اسحاق مدلس ہے۔

(سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: 4/24 تحت رقم 8641)

۲۶۔ علامہ الشوکانی (غیر مقلد):

علامہ شوکانی غیر مقلد لکھتے ہیں "وفی اسناده محمد بن اسحاق وہو مدلس وقد عنعن" اس کی سند میں محمد بن اسحاق ہے اور وہ مدلس ہے اور اس نے عن کے ساتھ روایت کی ہے۔

(نیل الاوطار: 3/703)

۲۷۔ عبد الرحمٰن مبارکپوری غیر مقلد:

عبدالرحمٰن مبارکپوری ایک سند کا ضعف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: (فان فی سنده محمد بن اسحاق وهو مدلس ورواه عن فاطمة بنت المنذر بالعنعنة ومع هٰذا قد تفرد هو اللفظ ولم يقله غيره) **ترجمہ:** اس کی سند میں محمد بن اسحاق ہے جو مدلس ہے اور اس حدیث کو فاطمہ بن منذر سے عن کے ساتھ روایت کرتا ہے اور وہ حدیث کے ان لفظوں کے نقل کرنے میں منفرد ہے یہ لفظ کسی اور نے نقل نہیں کیے اس لئے کہ یہ ضعیف ہے۔

(ابکار المنن ص 35)

محمد بن اسحاق بن یسار شیعہ مذہب رکھتا تھا

۲۸۔ حافظ ابن حجر عسقلانی:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ (محمد ابن إسحاق ابن يسار۔۔۔يدلس ورمي بالتشيع والقدر) **ترجمہ:** محمد بن اسحاق مدلس ہے شیعہ مذہب کے ساتھ قدری بھی ہے (یعنی تقدیر کا منکر)

(تقریب التہذیب: 2/764 رقم 5275)

۲۹۔ علامہ خطیب بغدادی:

علامہ خطیب بغدادی فرماتے ہیں (وقد أمسك عن الاحتجاج بروايات ابن إسحاق غير واحد من العلماء لأسباب منها أنه كان يتشيع) **ترجمہ:** محمد بن اسحاق کی روایت کے ساتھ دلیل پکڑنے سے بہت سے علماء مختلف اسباب کی وجہ سے رک گئے ان میں سے ایک سبب یہ ہے کہ وہ شیعہ مذہب رکھتا تھا۔

(تاریخ بغداد: 1/422)

۳۰۔ علامہ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ:

علامہ ابن عساکر فرماتے ہیں: محمد بن إسحاق وسلمة بن الفضل يتشيعان: **ترجمہ:** محمد بن اسحاق اور سلمہ بن فضل دونوں شیعہ المذہب رکھتے تھے۔

(تاریخ ابن عساکر: ۵۹/ ۲۰۵)

۳۱۔ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ:

علامہ ذہبی لکھتے ہیں :وَقَدْ أَمْسَكَ عَنِ الاحْتِجَاجِ بِرِوَايَاتِ ابْنِ إِسْحَاقَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ العُلَمَاءِ لأَشْيَاءَ مِنْهَا: تَشَيُّعُه: **ترجمہ:** محمد بن اسحاق کی روایات کے ساتھ دلیل پکڑنے سے بہت سے علماء مختلف اسباب کی وجہ سے رک گئے ان میں سے ایک سبب یہ ہے کہ وہ شیعہ مذہب رکھتا تھا

(سیر اعلام النبلاء: 31/15)

۳۲۔ علامہ ابن رجب الحنبلی:

علامہ ابن رجب الحنبلی لکھتے ہیں: ولا ريب أنه كان يتهم بأنواع من البدع. ومن التشيع والقدر وغيرهما **ترجمہ:** اس میں کوئی شک نہیں کہ محمد بن اسحاق مختلف قسم کی بدعات کے ساتھ متہم تھا جیسے شیعہ اور قدری یعنی تقدیر کا منکر وغیرہ۔

(شرح علل الترمذی لابن رجب: 1/914)

علامہ نووی فرماتے ہیں بدعتی کی حدیث کے بارے میں راجح مذہب یہ ہے کہ جس حدیث سے اس کی بدعت کی تقویت و تائید ہوتی ہو اس کی وہ حدیث قبول نہیں کی جاتی۔

(شرح مسلم للنووی ص 2، شرح نخبۃ الفکر: ص 811)

۳۳۔ یوسف بن الزکی عبد الرحمن أبو الحجاج المزی:

امام مزی لکھتے ہیں: **وقد أمسك عن الاحتجاج بروايات ابن إسحاق غير واحد من العلماء لاسباب منها : أنه كان يتشيع ، وينسب إلى القدر ، ويدلس في حديثه.** **ترجمہ:** محمد بن اسحاق کی روایت کے ساتھ دلیل پکڑنے سے بہت سے علما مختلف اسباب کی وجہ سے رک گئے ان میں سے ایک سبب یہ ہے کہ وہ شیعہ مذہب رکھتا تھا اور قدر کی طرف بھی منسوب کیا گیا اور حدیث میں تدلیس کرتا تھا۔ تہذیب الکمال:42/614)

۳۴۔وہیب بن خالد:

وكذبه سليمان التيمي ويحيى القطان ووهيب بن خالد: **ترجمہ:** سلیمان تیمی ویحییٰ القطان اور وہیب بن خالد، محمد بن اسحاق کو جھوٹا کہتے ہیں۔تہذیب التہذیب:9/93 تحت رقم15

۳۵۔جریر بن عبدالحمید:

جریر بن عبدالحمید فرماتے ہیں: وقال جرير بن عبد الحميد ما ظننت أني أعيش إلى دهر يحدث فيه عن محمد بن إسحاق ويسكت فيه .عن الحسن بن عمارة وقال أبو بكر المروزي عن أحمد متروك الحديث **ترجمہ:** میرا یہ خیال نہ تھا کہ میں اس زمانہ تک زندہ رہوں گا جس میں لوگ محمد بن اسحاق سے احادیث کی سماعت کریں گے امام احمد اس کو متروک الحدیث کہتے ہیں۔تہذیب التہذیب:2/462)

۳۶۔امام بیہقی

امام بیہقی فرماتے ہیں: **قَالَ الشَّيْخُ رَحِمَهُ اللَّهُ الْحُفَّاظُ يَتَوَقَّوْنَ مَا يَنْفَرِدُ بِهِ ابْنُ إِسْحَاقَ ترجمہ:** اور تحقیق حفاظ حدیث (ابن اسحاق کے) تفردات سے گریز کرتے ہیں۔
سنن الکبریٰ للبیہقی:9/78 تحت20681)

۳۷۔علامہ ماردینی

علامہ ماردینی فرماتے ہیں: **والكلام في ابن اسحاق معروف:** کہ ابن اسحاق پر محدثین کے نزدیک کلام مشہور ہے۔
الجوہر النقی:2/461)

۳۸۔عبداللہ بن احمد بن حنبل

عبداللہ فرماتے ہیں: **لم يكن يحتج به في السنن** **ترجمہ:** میرے باپ احمد بن حنبل ابن اسحاق سے سنن اور احکام میں احتجاج نہیں کرتے تھے۔

تاریخ بغداد:1/032،تہذیب التہذیب:9/44)

حنبل بن اسحاق کا بیان ہے کہ امام احمد نے فرمایا کہ ابن اسحاق لیس بحجۃ یعنی ابن اسحاق حجۃ نہیں ہے
(تاریخ بغداد:1/032،تہذیب التہذیب:9/44)

امام احمد سے دریافت کیا گیا کہ ابن اسحاق جب کسی حدیث کے بیان کرنے میں منفرد ہو تو اس کی حدیث حجت ہوگی؟ قال لا واللہ: بخدا ہرگز نہیں۔تاریخ بغداد:1/032)

۳۹۔یحییٰ بن معین

ابن ابی خیثمہ کا بیان ہے کہ ابن معین نے اس کو لیس بذالک ضعیف، اور لیس بالقوی کہا۔میمونی کا بیان ہے کہ ابن معین نے اس کو ضعیف کہا ہے۔تاریخ بغداد: 1/132،تہذیب التہذیب:9/44)

۴۰۔علی بن المدینی

علی بن المدینی کا بیان ہے **لم يضعفه عندي الا روايته. عن اهل الكتاب** **ترجمہ:** میرے نزدیک ابن اسحاق کو صرف اس بات نے ضعیف کر دیا ہے کہ وہ یہود اور نصاریٰ سے روایتیں لے لے کر بیان کرتا ہے(تہذیب التہذیب:9/54)

۴۱۔علامہ ابوالفرج محمد بن اسحاق بن ندیم:

علامہ ابوالفرج محمد بن اسحاق بن ندیم اپنی کتاب الفہرست میں محمد بن اسحاق کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

مطعون عليه غير مرضي الطريقة۔۔وكان يحمل عن اليهود والنصارى ويسميهم في كتبه أهل العلم الأول وأصحاب الحديث يضعفونه ويتهمونه ترجمہ: اس پر طعن کیا گیا ہے اور اس کا طریقہ ناپسندیدہ تھا (پھر آگے فرمایا) کیونکہ وہ یہود اور نصاریٰ سے روایات لیتا تھا اور پنی کتابوں میں، ان کو پہلے علم والے کہا کرتا تھا اور محدثین اس کو ضعیف کہتے ہیں اور اس کو متہم قرار دیتے ہیں
(الفہرست لابن الندیم ص631 طبع مصر)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

اقول الرويه عن اهل الكتاب تججوينر فيما سبيله سبيل الاعتبار و حيث يكون الامن عن الاختلاط فى شرائع الدين ولا يجوز فيما سوى ذالك ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ اہل کتاب سے روایت ایسے معاملات میں جہاں عبرت مقصود ہو اور جہاں دین کے احکام میں اختلاط واقع نہ ہوتا ہو درست ہے، اور اس کے علاوہ ان سے روایت جائز نہیں ہے۔ (حجۃ اللہ البالغۃ:1/171)

۴۲۔امام ترمذی

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ بعض محدثین نے ان کے حافظہ کی خرابی کی وجہ سے اس میں کلام کیا ہے۔ (کتاب العلل جلد ۲ ص ۲۳۷)

۴۳۔امام نووی

امام نووی فرماتے ہیں جو راوی صحیح کی شرطوں کے مطابق نہیں ہیں ان میں ایک محمد بن اسحاق بھی ہے۔(مقدمہ نووی ص ۱۶)

۴۴ امام ذہبی

علامہ ذہبی فرماتے ہیں: **وأنه ليس بحجة في الحلال والحرام**: کہ محمد بن اسحاق کی روایت سے حلال وحرام میں احتجاج درست نہیں۔ تذکرۃ الحفاظ:1/031)

۴۵۔علامہ منذری اور حافظ سخاوی

علامہ منذری اور حافظ سخاوی فرماتے ہیں کہ امام احمد نے فرمایا کہ ابن اسحاق کی روایات مغازی میں تو لی جاسکتی ہے لیکن جب حلال حرام کا مسئلہ ہو تو اس میں ایسے ایسے راوی درکار ہیں (یعنی ثقہ اور ثبت)

(الترغیب والترہیب:4/092، فتح المغیث:1/882)

۴۶۔اہل تشیع کے نزدیک بھی ابن اسحاق شیعہ ہے:

اہل سنت میں سے بہت ساروں نے اسے شیعہ لکھا ہی ہے مگر خود شیعہ نے بھی اسے اپنا تسلیم کیا ہے دیکھئے

(رجال کشی:5/093)(رجال الطوسی:ص182)

محمد بن اسحاق کو شیعوں نے اپنا تسلیم کیا ہے

۴۷۔فیض عالم صدیقی غیر مقلد:

غیر مقلد فیض عالم صدیقی نے اپنی کتاب صدیقہ کائنات ص 114 پر محمد بن اسحاق کے بارے میں لکھا ہے کہ جمہور کے نزدیک یہ ضعیف تھا امام بیہقی فرماتے ہیں۔

وكان مالك بن أنس لا يرضاه . ويحيى بن سعيد القطان لا يروي عنه . ويحيى بن معين يقول : ليس هو بحجة . وأحمد بن حنبل يقول : يكتب عنه هذه الأحاديث يعني المغازي ونحوها فإذا جاء الحلال والحرام أردنا قوماً هكذا يرين أقوي منه فإذا كان لا يحتج به في الحلال والحرام فأولى أن لا يحتج به في صفات الله سبحانه وتعالى . وإنما نقموا عليه في روايته عن أهل الكتاب . ثم عن ضعفاء الناس وتدليسه أساميهم . فإذا روى عن ثقة وبين سماعه منهم فجماعة من الأئمة لم يروا به بأسا **ترجمہ:**۔امام مالک اس کو پسند نہیں کرتے تھے یحییٰ بن سعید بن القطان اس سے روایت نہیں لیتے تھے اور ابن معین فرماتے ہیں کہ وہ حجت نہیں اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اس سے مغازی کی حدیثیں تو لکھی جاسکتی ہیں لیکن حلال و حرام کی روایتوں میں ہم قوی راویوں کو تلاش کریں گے پس جب حلال و حرام میں ابن اسحاق کی روایت حجت نہیں تو صفات باری تعالیٰ میں بطریق اولیٰ اس کی روایت حجت نہیں ہوسکتی اور محدثین نے اس پر جو عیب لگایا ہے وہ یہ ہے کہ وہ اہل کتاب سے روایت کرتا ہے اور ضعیف قسم کے لوگوں سے بھی روایت کرتا ہے اور ان کے ناموں میں تدلیس سے کام لیتا ہے پس جب ثقہ سے روایت کرے اور سماع کی تصریح بھی کرے تو ائمہ کی ایک جماعت اس میں مضائقہ نہیں سمجھتی۔(کتاب الاسماء والصفات:2/024)

اس سے معلوم ہوا کہ امام احمد بن حنبل نے ابن اسحاق کو جو حسن الحدیث کہا یا جو غیر مقلدین اس کی توثیق کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو وہ صرف مغازی تاریخ وغیرہ میں نہ کہ احکام اور حلال وحرام میں، علامہ ذہبی نے سفیان بن حسین کے ترجمہ میں نقل کیا ہے کہ لا یحتج بہ کنحو محمد بن اسحاق یعنی محمد بن اسحاق کی طرح اس سے بھی احتجاج درست نہیں۔

چونکہ اس راوی پر ہم نے بحوالہ جمہور محدثین کا کلام نقل کر دیا ہے جس میں اس راوی کو کذاب اور دجال تک قرار دیا گیا ہے اس لئے اس راوی کو اگر کسی نے ثقہ بھی کہا ہو تو بھی حلال وحرام کے مسئلہ میں اس سے احتجاج کیلئے کافی نہیں ہوسکتا کیونکہ عین ممکن ہے جس نے کذاب اور دجال راوی کو ثقہ کہا ہے وہ اس کے کذب اور دجل سے نہ واقف ہو۔

اعتراضات

۱۔غیر مقلدین دلیل پیش کرتے ہیں کہ امام بخاری اسے ثقہ کہتے ہیں۔

جواب: ایسے کذاب اور دجال راوی کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ کی رائے قبول نہیں ہے؟ خصوصاً جب کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن اسحاق کا زمانہ نہیں پایا اور ہشام بن عروہ، امام مالک اور یحییٰ بن قطان وغیرہ اس کا زمانہ پانے والے انتہائی سنگین الزامات اس پر عائد کرتے ہیں اور یہ بڑے محتاط اور عارف باسباب الجرح بھی ہیں۔ اگر واقعی محمد بن اسحاق احادیث روایت کرنے والا راوی ثقہ ہے تو امام بخاری رحمہ اللہ نے باوجود اشد ضرورت کے صحیح بخاری میں اس سے احتجاج کیوں نہیں کیا؟

یہ امام بخاری رحمہ اللہ کی ذاتی رائے ہے حق وہی ہے جو جمہور نے کہا ہے۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد ایک مقام پر لکھتے ہیں جمہور اہل اسلام کے نزدیک ایسی حدیث سے وحسن ہو احتجاج صحیح ہے لیکن امام بخاری حدیث حسن میں احتجاج کے قائل نہیں ہیں آگے لکھتے ہیں **والحق ماقاله الجمهور** (دلیل الطالب ص 882) حق بات وہی ہے جو جمہور نے کہی ہے قاضی شوکانی غیر مقلد نے بھی امام بخاری اور ابن

العربی کا یہ مسلک نقل کر کے آگے لکھا ہے والحق ما قالہ الجمھور (نیل الاوطار: 1/22) کہ حق وہی ہے جو جمہور نے کہا ہے۔

۲۔غیر مقلدین کہتے ہیں امام شعبہ نے ابن اسحاق کو امیر المحدثین لکھا ہے۔

جواب: اول، غیر مقلدین کے نزدیک اس طرح کہنے سے توثیق ثابت نہیں ہوتی، چنانچہ عبدالرحمن مبارک پوری صاحب غیر مقلد ایک جگہ ایک راوی ابو طاہر فقیہ کے متعلق جس کو علامہ تاج الدین سبکی نے ادیب عارف اور امام المحدثین والفقھا لکھا ہے۔ قُلْت : لَا دَلَالَةَ فِي هَذَا عَلَى كَوْنِهِ ثِقَةً قَابِلًا لِلِاحْتِجَاجِ یعنی، میں کہتا ہوں کہ امام المحدثین والفقھاء کہنے سے یہ کیسے لازم آیا کہ وہ ثقہ اور قابل احتجاج بھی تھے۔

(تحفۃ الاحوذی:2/943 تحت رقم 437)

محقق نیموی نے أَبُو عَبْدِ اللّٰہِ بْنُ فَنْجَوَيْهِ الدِّينَوَرِيُّ کو کبار محدثین میں لکھا ہے لیکن غیر مقلد مبارک پوری صاحب ان پر گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فَإِنَّ مُجَرَّدَ كَوْنِهِ مِنْ كِبَارِ الْمُحَدِّثِينَ لَا يَسْتَلْزِمُ كَوْنَهُ ثِقَةً **:ترجمہ:** ان کے صرف کبار محدثین ہونے سے یہ کیسے لازم آیا کہ وہ ثقہ بھی تھے؟

(تحفۃ الاحوذی:2/943 تحت رقم 437)

قارئین کرام! ذرہ انصاف سے بتائیں جن کے بارے میں جرح کا ایک لفظ بھی موجود نہ ہو اور علامہ تاج الدین سبکی وغیرہ جیسے امام اور ثقہ عالم ان کو امام المحدثین اور کبار المحدثین لکھیں مگر ان کی ثقاہت ثابت نہ ہو سکے تو غیر مقلدین کے نزدیک ثقہ نہیں اور محمد بن اسحاق جس کو ائمہ جرح و تعدیل کذاب اور دجال تک کہتے ہوں تو اس سے امام شعبہ کا ابن اسحاق کو امام المحدثین کہنے سے ان کی توثیق ثابت ہو سکتی ہے؟

اس کے علاوہ ہم نے باحوالہ نقل کر دیا ہے کہ محمد بن اسحاق غیر معتبر اور ضعیف راوی ہے اس سے حجت نہیں پکڑی جا سکتی، اور جنھوں نے اس کی توثیق کی ہے وہ مغازی اور تاریخ وفضائل وغیرہ میں کی ہے نہ کہ احکام اور سنن وغیرہ میں ہم اہل سنت وجماعت جہاں ابن اسحاق کو قبول کرتے ہیں تو وہ صرف فضائل، مناقب ی، تاریخ یا سیرت وغیرہا میں رہا احکام وسنن میں تو یہ ہمارے ہاں اس میں مقبول نہیں، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ حق واضح ہو جانے کے بعد اس کو قبول کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ وما توفیقی الا باللہ العظیم

(02/اگست 5102ء)

مظہر رشد وہدایت

مولانا قاسم عمر مصباحی، ساؤتھ افریقہ

پاسبان دین وملت حضرت اختر رضا
آبروئے اہلسنت حضرت اختر رضا

حق کو حق باطل کو باطل کہنے میں ہیں بالیقیں
یادگار اعلیٰ حضرت حضرت اختر رضا

مفتی اعظم کی یہ زندہ کرامت ہی تو ہے
آج ہیں تاج شریعت حضرت اختر رضا

روئے زیبا دیکھ کر کتنے مسلماں ہو گئے
مظہر رشد وہدایت حضرت اختر رضا

اک زن مردہ کو افریقہ میں زندہ کر دیا
ہیں یقیناً باکرامت حضرت اختر رضا

کر رہے ہیں شان سے اجداد کے فیضان سے
اہلسنت کی قیادت حضرت اختر رضا

بالیقیں قاسم عمر بن جائے گا رشک قمر
آپ کی گر ہو عنایت حضرت اختر رضا

جمال اعلیٰ حضرت

دوائے درد دل ہو تم میرے مشکل کشا تم ہو
خدا کے فضل سے دونوں جہاں میں آسرا تم ہو

بفضل رب رضا کے فیض سے تاج شریعت ہو
سراپا زہد وتقویٰ پیکر عشق ووفا تم ہو

زمانہ کچھ کہے تم برملا حق بات کہتے ہو
ہے چرچا آج ہر سو وارث احمد رضا تم ہو

توجہ ڈالدی تم نے تو بادل جھوم کر برسا
کرامت کیوں نہ ہو ظاہر کہ مرد باخدا تم ہو

جمال اعلیحضرت عکس نوری حامدی جلوہ
یہ سب جس میں نظر آئے وہ روشن آئینہ تم ہو

ہیں روشن آج چہرے سنیوں کے تیری برکت سے
یقیناً اہلسنت کیلئے شمع ہدیٰ تم ہو

علوم اعلیحضرت کے امین ووارث وناشر
فیوض مفتی اعظم کے قاسم مرحبا تم ہو

سدا رکھنا نظر قاسم عمر پر دین ودنیا میں
کہ اسکی آرزو خواہش تمنا مدعا تم ہو

تنقید و احتساب

پیر محمد افضل قادری

ڈاکٹر طاہر القادری اپنی تحقیقات کے آئینے میں

"...پھر ڈاکٹر موصوف نے (نوائے وقت 8جون 1989ء کے مطابق) اثنا عشری شیعہ کے مسلمہ پیشوا خمینی ایران کے ماتمی اجلاس میں سیاہ چوغہ پہن کر شرکت کی اور کہا "امام خمینی تاریخ اسلام کے شجاع اور جری مردان حق میں سے تھے، جن کا جینا علی رضی اللہ عنہ اور مرنا حسین رضی اللہ عنہ کی طرح ہے۔ خمینی سے محبت کا تقاضا ہے ہر بچہ خمینی بن جائے" حالانکہ اہل علم سے مخفی نہیں کہ خمینی عقائد میں اثنا عشری ملا باقر مجلسی کا پیرو کار تھا اور ملا باقر مجلسی نے اپنی کتب میں ام المومنین حضرت عائشہ اور ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کی شان اقدس میں انتہائی غلیظ تبرے بکے ہیں اور تین چار صحابہ کرام کو چھوڑ کر حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم سمیت تمام صحابہ کو کافر و مرتد قرار دیا ہے۔ اسی طرح قرآن پاک کو گھڑا ہوا قرار دے کر اسلام کی بنیاد ختم کرنے کی ناپاک کوشش کی ہے۔"

ڈاکٹر طاہر القادری نے 1985ء میں محض مغرب زدہ عورتوں میں مقبولیت حاصل کرنے کی غرض سے (جیسا کہ انہوں نے ایک مجلس میں اعتراف بھی کیا تھا) احادیث صریحہ اور اجماع ائمہ اربعہ کے خلاف "عورت کی دیت (خون بہا) کو مرد کے برابر قرار دیا" تو ڈاکٹر موصوف کے استاذ غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالے "اسلام میں عورت کی دیت" میں ڈاکٹر موصوف کے اس نظریہ کو صراط مستقیم سے انحراف اور قرآنی احکام کو مسخ کرنے کی سعی مذموم قرار دیا۔ جبکہ ڈاکٹر موصوف کے دوسرے استاذ، استاذ العلماء حضرت مولانا عطاء محمد بندیالوی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دیت کے موضوع پر مطبوعہ رسالے میں ڈاکٹر موصوف کی تکفیر کی۔

پھر ڈاکٹر موصوف نے (نوائے وقت 8جون 1989ء کے مطابق) اثنا عشری شیعہ کے مسلمہ پیشوا خمینی ایران کے ماتمی اجلاس میں سیاہ چوغہ پہن کر شرکت کی اور کہا "امام خمینی تاریخ اسلام کے شجاع اور جری مردان حق میں سے تھے، جن کا جینا علی رضی اللہ عنہ اور مرنا حسین رضی اللہ عنہ کی طرح ہے۔ خمینی سے محبت کا تقاضا ہے ہر بچہ خمینی بن جائے" حالانکہ اہل علم سے مخفی نہیں کہ خمینی عقائد میں اثنا عشری ملا باقر مجلسی کا پیرو کار تھا اور ملا باقر مجلسی نے اپنی کتب میں ام المومنین حضرت عائشہ اور ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کی شان اقدس میں انتہائی غلیظ تبرے بکے ہیں اور تین چار صحابہ کرام کو چھوڑ کر حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم سمیت تمام صحابہ کو کافر و مرتد قرار دیا ہے۔ اسی طرح قرآن پاک کو گھڑا ہوا قرار دے کر اسلام کی بنیاد ختم کرنے کی ناپاک کوشش کی ہے۔

پھر ڈاکٹر موصوف نے برطانیہ میں دیوبندی فرقہ کے ایک عالم کے پیچھے نماز پڑھی اور علماء دیوبند کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے جواز کا فتویٰ دیا جبکہ حرمین شریفین کے تین درجن اور پاک و ہند کے تین سو اکابر علماء نے حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ میں انتہائی گستاخانہ عقائد کی بناء پر اکابر علماء دیوبند اور ان عقائد میں ان کے متبعین کو کافر و مرتد قرار دیا ہے۔

ڈاکٹر موصوف نے اپنے خطابات میں یہودی و نصاریٰ کو بھی Believers یعنی مومنین قرار دیا اور منہاج القرآن کی مسجد میں انہیں عبادت کرنے کی کھلی اجازت بخشی اور اپنی کتب "اسلام اور تصور اعتدال و توازن" اور فرقہ واریت کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے" میں شیعہ سنی اور سنی وہابی اختلاف کو فروعی قرار دے کر سب فرقوں کو اصول میں مسلمان قرار دیا تو مرکز اہلسنت بریلی شریف کے چشم و چراغ مفتی اسلام حضرت مولانا علامہ

محمد اختر رضا خان دامت برکاتہم العالیہ نے ڈاکٹر موصوف کے کافر و مرتد ہونے کا فتویٰ جاری کیا۔

ڈاکٹر موصوف یک مشت داڑھی سنت رسول جو کہ واجب شرعی کا درجہ رکھتی ہے، کے بارے میں بھی الحاد کا شکار ہو چکا ہے، اپنی یک مشت داڑھی بھی صحیح بخاری میں موجود حدیث نبوی ''وفروا اللحی یعنی تم داڑھیاں بڑھاؤ'' کی مخالفت کرتے ہوئے منڈوا کر چھوٹی کرا دی ہے اور منہاج سینٹروں کے اندر بھی داڑھی کترے امام و خطیب مقرر کیے ہوئے ہیں جو مسلمانوں کی نمازوں کو برباد کر رہے ہیں کیونکہ یک مشت داڑھی سے کم داڑھی والے امام کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے جس کا لوٹانا واجب ہے (فتاویٰ رضویہ)

اور یکم اکتوبر 2011ء کو اڈیالہ جیل راولپنڈی میں پرویز علی شاہ نامی جج کی طرف سے محافظ قانون ناموس رسالت اور دور حاضر کے غازی اعظم حضرت ملک محمد ممتاز قادری دامت برکاتہم العالیہ کو دوہری سزائے موت کے فیصلے سے صرف 6 روز قبل 25 ستمبر 2011ء کو ARY پر ایک پرویز جاوید میر نامی قادیانی کو انٹرویو دیتے ہوئے امت مسلمہ اور بالخصوص پاکستان کے علماء و مشائخ کے نظریات کے علی الرغم درج ذیل تین شیطانی نکات پر زور دے کر کفر نوازی کی انتہا کر دی اور پاکستان میں جاری تحریک تحفظ ناموس رسالت کے خلاف کھلی جارحیت کا ارتکاب کیا۔

ڈاکٹر موصوف کے تین شیطانی نکات:

1۔ اگر کوئی فی الواقعہ گستاخ رسول ہو تو اسے قتل کرنے والا مجرم ہے اور اس کی سزا ''سزائے موت'' ہے۔

2۔ سابق گورنر سلمان تاثیر گستاخ رسول نہیں تھا۔

3۔ ممتاز قادری قاتل ہے اور اس جرم کی سزا ''سزائے موت'' ہے۔

ڈاکٹر موصوف کا پہلا شیطانی نکتہ کہ گستاخ رسول کو قتل کرنے والے کی سزا ''سزائے موت'' ہے۔

یہ تینوں نکات شیطانی ہیں لیکن پہلا نکتہ انتہائی خوفناک ہے کیونکہ اس کی رو سے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور دیگر وہ صحابہ کرام جنہوں نے گستاخان رسول کو ماورائے عدالت محض جذبات ایمانی کی بنیاد پر قتل کر دیا تھا، مجرم اور سزائے موت کے حق دار ٹھہرتے ہیں (العیاذ باللہ من ذالک) جبکہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ان تمام مواقع پر ان خونوں کو رائیگاں قرار دیا اور ان غازیان اسلام کو نہ مجرم قرار دیا اور نہ قصاص و دیت کا حکم صادر فرمایا۔ دیکھئے چند مندرجہ ذیل احادیث نبویہ:

☆...... حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا کہ ہمیں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ ایک نابینا کی ام ولد (ایسی لونڈی جس سے اولاد پیدا ہو جائے) تھی جو نبی ﷺ کی گستاخی کرتی تھی اور آپ ﷺ کے بارے میں توہین آمیز باتیں کرتی تھیں۔ وہ (نابینا صحابی) اسے منع کرتے تو باز نہ آتی، اسے ڈانٹتے تو وہ ڈانٹ کو قبول نہ کرتی۔ چنانچہ ایک رات وہ نبی ﷺ کی شان اقدس میں گستاخیاں کرنے لگی تو انہوں نے چھرا لے کر اس کے پیٹ میں گھونپ دیا اور نبی ﷺ کو یہ واقعہ بتایا گیا تو نبی ﷺ نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ جس شخص نے بھی یہ کام کیا ہے میرا اس پر حق ہے وہ کھڑا ہو جائے تو نابینا صحابی کھڑے ہو گئے، لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے، گرتے پڑتے (آگے آئے) حتیٰ کہ نبی ﷺ کے پاس بیٹھ گئے اور عرض کیا۔ میں اس کا قاتل ہوں۔ یہ آپ ﷺ کی گستاخیاں کرتی تھیں۔ میں اسے منع کرتا تھا تو باز نہیں آتی تھی اور میں اسے ڈانٹتا تھا، یہ ڈانٹ ڈپٹ کی پرواہ نہیں کرتی تھی اور میرے اس سے دو بیٹے ہیں جو موتیوں کی مانند ہیں اور وہ میری رفیقہ حیات تھی۔ گزشتہ رات آپ ﷺ کی گستاخیاں اور توہین آمیز باتیں کرنے لگی تو میں نے چھرا لے کر اس کے پیٹ میں گھونپ دیا اور میں نے چھرے کو خوب زور سے دبایا حتیٰ کہ میں نے اسے قتل کر دیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: خبردار! گواہ بن جاؤ کہ اس عورت کا خون رائیگاں ہے (یعنی اس کا قتل جرم نہیں اور اس میں قصاص و دیت بھی نہیں)

(سنن ابو داؤد، کتاب الحدود، باب فیمن سب النبی ﷺ، الرقم 4361، المستدرک للحاکم جلد 5 ص 272، الرقم 8210، سنن نسائی باب الحکم فیمن سب النبی ﷺ، الرقم 4075)

ھکذا اقضی لمن لم یرض بقضاء اللہ و رسولہ

ترجمہ: جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فیصلہ نہیں مانتا میں اس طرح اس کا فیصلہ کرتا ہوں۔

چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے اس قتل کو بھی رائیگاں قرار دیا اور اس واقعہ سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ گستاخ رسول ﷺ کو اگر کوئی مسلمان غیرت اسلامی کی بنیاد پر قتل کر دے تو یہ جرم نہیں بلکہ سنت صحابہ عظام ہے جس کی تائید و توثیق اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ نے فرمائی ہے۔

نیز ڈاکٹر موصوف نے اپنی کتاب ''تحفظ ناموس رسالت'' کے صفحہ 264 تا 270 پر انتہائی تائیدی انداز میں اس واقعہ کو بڑی شرح و بسط سے بیان کیا ہے جس سے بڑی آسانی سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ڈاکٹر موصوف اپنی کتاب میں بیان کردہ نظریات کو بری طرح ذبح کر کے اعداء اسلام کا مشن پورا کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر موصوف کا دوسرا شیطانی نکتہ:

سلمان تاثیر گستاخ رسول نہیں تھا اس سلسلہ میں حقائق یہ ہیں:

...1 سلمان تاثیر قادیانی تھا یا کم از کم قادیانیوں کو مسلمان قرار دیا تھا جیسا کہ جنگ 11 جنوری 2011ء کے مطابق سلمان تاثیر کی بیٹی شہر بانو نے بیان دیا کہ ان کے والد احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے تحت

خلاف تھے لہذا اس گھر کی گواہی کی بنیاد پر سلمان تاثیر کافر و مرتد اور گستاخ رسول تھا کیونکہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکاروں کو کافر و مرتد قرار دینے کی وجوہ میں ایک یہ بھی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی مدعی نبوت ہونے کے ساتھ ساتھ بدترین گستاخ انبیاء بھی تھا۔

2... 17 ستمبر 2009ء کو اکثر قومی اخبارات میں سابق گورنر پنجاب سلمان تاثیر کا یہ بیان شائع ہوا کہ وہ قانون توہین رسالت 295/C کو نہیں مانتا اور یہ کہ اس قانون کو ختم کر دینا چاہتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ قانون توہین رسالت قرآن و حدیث کے صریح دلائل پر مبنی ہے لہذا سلمان تاثیر اس بیان کی بناء پر اور پھر اس پر اصرار کرنے کی بناء پر کافر و مرتد ٹھہرا۔

3... 7 اکتوبر 2009ء کو عالمی تنظیم اہلسنت کے نائب امیر صاحبزادہ سید مختار اشرف رضوی سرپرست اعلیٰ جامعہ حزب الاحناف لاہور نے میری اور لاہور کے درجنوں علماء کی معیت میں تھانہ رسول لائن لاہور میں سلمان تاثیر کے اس کافرانہ بیان کے خلاف FIR درج کرنے کی درخواست جمع کروائی اور چند دن بعد عالمی تنظیم اہلسنت کے زیر اہتمام داتا دربار لاہور سے وزیر اعلیٰ ہاؤس تک احتجاجی جلوس نکالا گیا اور وزیر اعلیٰ ہاؤس کے سامنے دھرنا دے کر سلمان تاثیر کے خلاف قانونی کارروائی کا مطالبہ کیا گیا لیکن افسوس کہ مرکزی اور صوبائی حکومت نے کوئی کارروائی نہ کی۔

4... آسیہ نامی عیسائی خاتون کو گستاخ رسول ثابت ہونے پر سیشن جج ننکانہ صاحب نے سزائے موت کا حکم دیا تو سلمان تاثیر شیخوپورہ جیل میں پہنچ گیا۔ گستاخ رسول آسیہ سے اظہار ہمدردی کیا۔ صدر کے نام معافی کی درخواست پر دستخط کرائے اور وعدہ کیا کہ وہ صدر پاکستان سے سزا ضرور معاف کروائے گا اور گستاخ رسول آسیہ جس کا جرم ثابت ہو چکا تھا اور عدالت سے سزا کا حکم ہو چکا تھا، کو مظلوم قرار دیا وغیرہ وغیرہ۔

5... یکم نومبر 2009ء کو ٹی وی پر کہا: قانون ناموس رسالت ''کالا قانون'' ہے۔ یہ ظالمانہ قانون ہے ہم اس کالے قوانین کو نہیں مانتے (العیاذ باللہ من ذالک)

6... 3 نومبر کو پریس کلب لاہور کے سامنے عالمی تنظیم اہلسنت کے زیر اہتمام زبردست احتجاجی مظاہرہ کیا گیا تو میں نے فتویٰ دیا کہ سلمان تاثیر نے قانون توہین رسالت 295/C کو جو کہ کتاب و سنت سے ماخوذ ہے، کالا اور ظالمانہ کہا ہے، لہذا یہ شرعاً کافر و مرتد ہے اور واجب القتل ہے اور چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری صاحب سے بھی اپیل کی کہ وہ ازخود نوٹس لیں، لیکن افسوس کہ عدالت عظمیٰ نے کوئی اقدام نہ اٹھایا۔

7... چند روز بعد نیشنل پریس کلب اسلام آباد سے پارلیمنٹ ہاؤس تک احتجاجی جلوس نکالا گیا اور صدر پاکستان اور وزیر اعظم پاکستان سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ کافر و مرتد سلمان تاثیر کو گورنر پنجاب کے عہدے سے ہٹا کر اس کے خلاف قانونی کارروائی کے احکام کریں لیکن افسوس کہ ایک نہ سنی گئی۔

8... چنانچہ 4 جنوری 2011ء کو سلمان تاثیر کو اپنے سیکورٹی گارڈ ملک محمد ممتاز قادری نے اپنے خالص دینی جذبات کی بنیاد پر کافر و مرتد و گستاخ رسول اور امت مسلمہ کے دینی جذبات کو بار بار شدید مجروح کرنے والے اور شریعت مصطفیٰ کا کھلا مذاق اڑانے والے سلمان تاثیر کو واصل جہنم کر کے سنت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو زندہ کر دیا۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ عن حبیبہ و رسولہ ﷺ احسن الجزاء

ڈاکٹر موصوف کا تیسرا شیطانی نکتہ: ممتاز قادری قاتل ہے اور اس کے جرم کی سزا ''سزائے موت'' ہے

پاکستان کی مختلف ایجنسیوں نے محافظ قانون ناموس رسالت غازی ملک ممتاز قادری پر بدترین تشدد کیا لیکن غازی ملک ممتاز قادری کا ایک ہی موقف رہا ''میں نے ایک مرتد و گستاخ رسول کو مار کر اللہ تعالیٰ اور اس کی رسول اکرم ﷺ کی رضا حاصل کی ہے اور میں نے کسی بے گناہ کو قتل نہیں کیا بلکہ سنت فاروق اعظم کے مطابق ایک مرتد کو مارا ہے'' نیز نوائے وقت 2 اکتوبر 2011ء کے مطابق کورٹ نے حضرت غازی ملک محمد ممتاز قادری کے خلاف فیصلہ ان الفاظ میں سنایا '' آپ نے جو کام کیا ہے، وہ اسلام کی رو سے ٹھیک ہے، مگر ملکی قانون میں آپ کو دفعہ (302 ت پ) کے تحت سزائے موت اور دو لاکھ جرمانہ کی سزا دی جاتی ہے'' جس سے واضح ہے کہ غازی صاحب کے اقدام کو پاکستان کی کورٹ نے بھی اسلامی قرار دیا ہے۔

لہذا الحمدللہ! درج بالا وضاحتوں کے بعد روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ ڈاکٹر طاہر القادری نے دور حاضر کے غازی اعظم، غازی اسلام، محافظ قانون ناموس رسالت کو محض مردار دنیا کے حصول کے لئے قاتل کہا ہے اور غازی اسلام کے لئے سزائے موت تجویز کر کے قرآن و سنت کی صریح مخالفت کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے سابقہ مذہب کو بھی بری طرح ذبح کیا ہے۔

قلم کار حضرات توجہ فرمائیں!

- ☐ اپنے مذہبی، علمی، تحقیقی، ادبی مضامین ہی ارسال فرمائیں۔
- ☐ مضامین و مقالے کو مدلل اور سنجیدہ پیرائے میں لکھیں۔
- ☐ مضامین و مقالے تین صفحات سے زائد نہ ہو، ورنہ ادارہ کو قطع برید کا حق ہوگا۔
- ☐ اپنی تحریریں بھیج کر جلد اشاعت کا مطالبہ نہ کریں۔
- ☐ مضامین کمپوزڈ اور پروف شدہ ہوں تو زیادہ بہتر ہے۔
- ☐ اپنی تحریروں میں '' الرضا'' کے مزاج کا خیال رکھیں، ورنہ ادارہ اشاعت سے معذور ہوگا۔

تنقید و احتساب

انصار احمد مصباحی

''جامِ نور'' اکتوبر ۲۰۱۵ء
پر مختصر ''تبصرہ''

جام نور ہند و پاک کا بہت ہی مشہور اور (غیر) معتبر رسالہ ہے، جو دہلی سے ہر ماہ پابندی سے چھپتا ہے اور ممبران کے پاس (وقت سے پہلے ہی) پابندی سے پہنچ جاتا ہے۔

اس رسالہ کا مختصر تعارف یہ ہے:

جام نار، معاف کیجیے! جام نور اردو زبان میں اہل سنت کا (بزعم خویش) واحد رسالہ ہے جس نے نئی نسل کو ایک نئی طاقت عطا کی، ان میں قلمی روح پیدا کر دیا، فعل یفعل اور زید و عمر کی جنگ تک ہی محدود رہنے والے طلبہ مدارس کے ہاتھوں میں قلم کا مضبوط ہتھیار تھما دیا۔

انھیں زبان دی بے حد لمبی زبان، اتنی دراز کہ اسلاف پر ہی دراز ہوگئی، اگلوں کی تحقیقات کو بکواس کہہ کر ان تحقیقات میں اپنی ٹانگ اڑانے لگی۔ یہاں تک کہ جس نے بھونکنا سکھایا اسی کو کاٹنے کے درپے ہوئی۔

اس رسالہ نے قوم کو اب تک کئی طرح کی سہولیات مہیا کی ہے:

- ماڈرن اور مجدد (جدیدیت سے) دکھنے کے لیے "ٹائی پہننے" کی کھلی چھوٹ دی۔
- ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کی آزادی دی،
- ہر مذہب وملت کے اجلاس میں اگلی صفوں میں بیٹھ کر سرخ رو ہونے کے مواقع فراہم کیا۔
- ٹی وی اور ویڈیوز کے تعلق سے نئی موشگافیاں (چھوٹ) سامنے لایا۔

آپ کے سامنے اکتوبر کا شمارہ پیش خدمت ہے:

اس انفرادی ماہنامہ کی کچھ انفرادیات ملاحظہ فرمائیں!!!!!

اداریہ:

پچھلے شماروں کی طرح اس مہینہ کے اداریہ میں بھی موضوع سخن وہی ہے۔ وہی نکات، وہی مواد، وہی موضوع۔

یوں کہیے کہ پچھلے مضمون کے صرف الفاظ بدل دیے گئے ہیں۔ اس میں ایڈیٹر محترم نے "مسلکی" "تصلب کو غلبہ اسلام کی راہ میں رکاوٹ ثابت کرنے کی بھر پور کوشش کی ہے۔ اداریہ میں علم اور تحقیق کے سوا باقی سب کچھ ہے۔ اداریہ پڑھ کر اندازہ ہوا کہ بغیر جانفشانی کے صرف الفاظ کی بندش سے بھی مضمون بلکہ اداریہ لکھنا ممکن ہی نہیں بلکہ واقع ہے۔

بیچارے ایک ہی بات کو سمجھانے کے لیے بار بار جام نور کے ادارتی صفحات خرچ کر رہے ہیں لیکن پھر بھی کھل کر بول نہیں پاتے، یا وہ سمجھا نہیں پا رہے ہیں۔ ع

یارب وہ نہ سمجھے ہیں، نہ سمجھیں گے مری بات
دے اور دل ان کو، جو نہ دے مجھ کو زباں اور

جناب ایڈیٹر کی ساری کاوشوں کا لب لباب یہ ہے کہ مسلمان آزاد پیدا ہوا ہے تو اسے آزاد ہونا چاہیے، بالکل آزاد خاص کر مسلکی بندشوں سے آزاد، کیوں کوئی اعلیٰ حضرت کا نام لے۔۔۔؟

اعلیٰ حضرت کی تحقیقات کے سامنے کسی کی چلتی ہی نہیں۔ ان کی تعلیمات عام ہوگئیں تو جام نور کو داد تحقیق کون دے گا۔۔۔۔؟

یہی وجہ ہے کہ جام نور کا مسلک اعلیٰ حضرت سے باغیانہ رویہ اس کے ایک ایک سطر سے عیاں ہے۔ بلکہ جام نور ٹیم کی اسی روش نے ان کے لیے مسلک ابوحنیفہ سے انحراف کا بھی دروازہ کھول دیا ہے۔ ایک جناب کے مراسلہ کا یہ اقتباس دیکھیں:

> ''ہمیں جدید مسائل کا استنباط مجتہدین کرام کے اصولوں کی روشنی میں براہ راست منصوص آیات واحادیث سے کرنا چاہیے نا کہ فقہ کے جزئیات در جزئیات سے۔'' (۱)

سب سے چونکانے والا مضمون ''کیا نبی اکرم کا سایہ تھا'' ہے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتے ہیں لفافہ خط کا پتہ دیتا ہے۔

قارئین عنوان سے ہی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس مضمون میں کیسے کیسے گل بوٹے بھرے ہیں۔ مضمون نگار علامہ غلام مصطفی ازہری صاحب ہیں جو ازہر شریف کیا چلے گئے اپنے کو ہر حضرت سے "اعلیٰ" حضرت سمجھنے لگے اور اہل سنت کے مسلمہ عقیدے کو شکوک کے دائرہ میں لا کر کھڑا کر دیا۔ یعنی کہ:

''بندر کو ملی ہلدی کی گرہ، پنساری بن بیٹھا''۔

مجدد اعظم فی الہند امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ نہ ہونے پر چار کتابیں صلات

الصفا فی نور المصطفیٰ، نفی الفئ عن من استنار بنورہ کلّ شئ، قمر التمام اور ھدی الحیران تصنیف فرمائی ہے۔ نفی الفی کا ایک اقتباس ہدیہ ناظرین ہے:

''زبان ہر ایک کی اس کے اختیار میں ہے چاہے دن کو رات کہہ دے یا شمس کو ظلمات، آخر کار مخالف جو سایہ ثابت کرتا ہے اس کے پاس بھی کوئی دلیل ہے؟ یا فقط اپنے منہ سے کہہ دیا جیسے ہم حدیثیں پیش کرتے ہیں اس کے پاس بھی ہو تو وہ بھی دکھائے، ہم ارشادات علما لاتے ہیں تو وہ بھی ایسے ہی ائمہ کے اقوال سنائے، یا نہ کوئی دلیل ہے نہ کوئی سند گھر بیٹھے اسے الہام ہوا کہ حضور کا سایہ تھا؟ مجرد ماوشما پر قیاس تو ایمان کے خلاف ہے۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک'' (۲)

اقتباس کو بار بار پڑھیے اور علامہ ازہری اور جام نور ٹیم کی جرأت کو داد تحسین سے نوازیے۔

ہم مانتے ہیں ازہری صاحب!

کہ تحقیق کا دروازہ بند نہیں ہوا لیکن آپ کیوں نہیں مانتے کہ فاضل بریلوی کی تحقیقات کو چیلنج کرنا ''ایرے غیرے نتھو خیرے'' کا کام نہیں ہے۔ اس کے لیے مہدی وقت چاہیے۔

فاضل بریلوی کی چاروں کتابیں مطالعہ فرما لیتے تو یوں ناک کٹانے کی نوبت نہ آتی۔

ارے ہاں!

میں تو ازہری صاحب کا موقف بتانا ہی بھول گیا۔

ان کا موقف یہ ہے:

''ممکن ہے انہیں معجزات کی طرح جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نورانیت کا غلبہ ہوتا تو کبھی کبھی آپ کا سایہ نہ ہوتا، ورنہ۔۔۔قریش مکہ کا ہر فرد آپ کا سایہ نہ ہونے والا معجزہ ضرور جانتا'' (۳)

قارئین! حدیث پاک کا یہ ٹکڑا پڑھیں:

''لم یکن یُری له ظلٌّ فی شمسٍ ولا قمرٍ''

پھر ازہری صاحب کی تحقیق ملاحظہ فرمائیں کبھی کبھی آپ کا سایہ نہ ہوتا۔

واہ رے ملا۔۔۔!!

گر ہمیں مفتی وہماں افتاء
کار افتاء تمام خوہد شد

ظل کے اثبات کی دلیل میں ازہری صاحب نے ایک حدیث ذکر کی ہے جس کا آخری ٹکڑا ہے:

''حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنھا فرماتی ہیں کہ اچانک دیکھتی ہوں کہ دوپہر کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مبارک آرہا ہے'' (۴)

اس حدیث میں تاویل کی گنجائش موجود ہے۔ بلکہ اس کا حقیقی معنی مراد لینا ہی غلط ہے۔ اولا عورتوں کی نگاہیں بالخصوص امہات مومنین کی نگاہیں نیچی جھکی رہتی تھیں۔

(قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم)

ایسے میں یہ بھی امکان ہے کہ وہ سایہ کسی اور کا ہو۔ سایہ سے مراد حضور کا نظر کرم ہو یا سایہ سے حضور کے آنے کی آہٹ مراد لی گئی ہو یا حضور کا چہرہ مراد ہو

اس طرح کے معانی مراد لیے جاسکتے ہیں (دیکھیے مجمع بحار الانوار زیر بحث ظل)

اس حدیث کو دلیل بنا کر ملتقی بالقبول (جن احادیث کو ائمہ نے کثرت سے روایت کی ہو) احادیث کو بالائے طاق رکھ کر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ ثابت کرنا کمال خیانت علمی ہے۔

جب کہ آپ کے سایہ کی نفی میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے کئی احادیث اور حافظ زرین، علامہ ان سبع، علامہ قاضی خاں، ابن جوزی، حافظ جلال الدین سیوطی، جلال الدین رومی، علامہ دیار بکری، علامہ خفاجی، خطیب قسطلانی، زرقانی اور بے شمار ائمہ اکابرین کے اقوال پیش کی ہے۔

تعجب ہے ازہری صاحب نے یہ بات کیسے کہہ دی کہ جس طرح آپ کا صادق اور امین ہونا اہل مکہ کی زبان پر تھا اسی طرح آپ کا سایہ نہ ہوتا تو یہ معجزہ اور کمال بھی قریش کے بچہ بچہ کی زبان پر ہوتا۔

جناب محترم! یہ کیسا استدلال ہے۔۔۔؟

''مارے گھٹنا، پھوٹے سر''

کثیر احادیث سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دھوپ میں چلتے تو بادل آپ کے ساتھ ساتھ چلتے اور آپ پر سایہ فگن ہوتے۔

بولیے......!

یہ معجزہ تو اس سے بھی زیادہ بدیہی اور باکمال ہے۔ یہ بچہ بچہ کی زبان پر کیوں نہیں۔۔۔؟؟؟

آپ کی اس شبہ کا جواب صاحب سیرت شامی کے اس قول میں پنہا ہے کہ ''قال (حکیم الترمذی) معناہ یطأ علیه کافرٌ فیکونُ مذلة له''

حکمت یہ ہے کہ آپ کا سایہ ہوتا تو اس پر کافر کا پیر پڑتا اور یہ آپ کی توہین ہوتی۔

جناب ایڈیٹر محترم صاحب۔۔۔!

ایسے انوکھے مضمون کی اشاعت پر آپ کی بارگاہ میں یہ شعر ع

باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو
پھر پسر قابل میراث پدر کیوں کر ہو۔۔۔؟

اگر آپ اپنے دادا جان کی کتابوں کے ناموں کی فہرست پر ہی نظر ثانی کر لیے ہوتے تو ایسے مضمون شائع کر کے جام نور کے اوراق سیاہ کرنے کی جرأت ہرگز نہ کرتے۔

علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کو ایک صاحب نے بایں الفاظ خط لکھا:

"مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب جام نور۔۔۔۔! السلام علیکم
اور سرکار علیہ السلام کے سایہ کے تعلق سے سوال کیا۔

آپ نے فرمایا:

''اعلیٰ حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمہ نے اس مسئلہ پر مبسوط بحث فرمائی ہے۔ اور مدلل طور پر ثابت فرمایا ہے کہ سرکار کا سایہ نہ ہونے کا عقیدہ عوام کا اختراع نہیں بلکہ ائمہ سلف کی تصریحات اور روایات و نصوص سے ثابت ہے۔ (چند سطور بعد)۔۔۔ پس ایسے گمراہ کن حالات میں سلامتی کا بجز اس کے اور کوئی راستہ نہیں کہ اسلاف کی اصابت رائے پر آنکھ بند کر کے اعتماد کر لیا جائے''(۶)

قارئین فیصلہ کریں۔۔۔۔!

علامہ مرحوم کی روح کو ان کی ایسی حرکتوں سے کتنی تکلیف ہوتی ہوگی۔۔۔۔؟؟؟

شمارہ میں شامل دیگر مشمولات بھی کافی چٹ پٹے ہیں۔

ایک مضمون ہے ''صَیحَۃٌ فِی رَمَضَانَ کی تحقیق وتفہیم''

جس میں خانقاہ بدایوں کے چشم و چراغ مولوی عطیف میاں قادری نے اپنے سامنے سات آٹھ کتابیں رکھ کر اعلیٰ حضرت کی، آثار قیامت کے تعلق سے ذکر کردہ حدیث کو موضوع ثابت کرنے کے لیے پوری قوت علمی صرف کر دی ہے۔

لیکن افسوس۔۔۔۔۔!

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کے
جو چیرا تو اک قطرہ خوں نہ نکلا۔

حضرت کا مضمون پڑھنے کے بعد فتاوی رضویہ کا پھر سے مطالعہ کیا۔ اور مذکورہ حدیث کو بار بار پڑھا۔ زبان پر بے ساختہ یہ شعر آ گیا۔

مہ فشاند نور و سگ عو عو کند
ہر کسے بر خلقت خود می تند

اس کے علاوہ ایک اور مضمون میں۔ تبلیغی جماعت کا نصابی قرآن (تبلیغی جماعت کی نظر میں) فضائل اعمال کی خرافات کی اصلاح کی کوشش کی گئی ہے۔ جیسا کہ مضمون کے ذیلی عناوین سے ظاہر ہے۔ مثلاً ایک عنوان ہے:

''فضائل اعمال پر ہی اعتراض کیوں''

ایک اور عنوان ہے:

''تبلیغ کا نصاب فضائل اعمال نہیں قرآن ہے''

ویسے جام نور کے قارئین کی تعداد میں اضافہ ہی کی امید ہے۔ کیوں کہ مدح خوان رام، زینت مجالس اہل دیابنہ عبید اللہ خان اعظمی کی تحریریں اب مسلسل چھپا کریں گی۔ اس سے یقیناً اہل ہنود اور اہل دیابنہ بھی اس کے قارئین کی لسٹ میں شامل ہو جائیں گے۔

معزز قارئین۔۔۔۔!!!

ہمارے پاس کچھ نہیں۔

دین کی جو سمجھ ہے وہ اسلاف کی کتابوں سے آئی ہے۔ سب انہیں کا سرمایہ ہے۔

جام نور ہمیں ان اسلاف اور ان کی کتابوں سے دور کرنے کے لیے نت نئے ہتھکنڈے اپنا رہا ہے۔ خدارا۔۔۔!!!

اپنے کو اور اپنے احباب کو جام نور سے بچاؤ! اور ایمان کی حفاظت کرو۔۔۔۔!

آپ جام نور خریدیں گے یا پڑھیں گے تو لامحالہ اس کے باطل نظریات کو تقویت ملے گی۔ جام نور ٹیم کا بائیکاٹ کیجیے! اور اس کا بیڑا غرق ہونے کا انتظار کیجیے! ع

ساری فرعونیت حفیظ ایک دن
غرق دریائے نیل ہوتی ہے

انصار احمد مصباحی
دار العلوم رضائے مصطفی، اورنگ آباد، مہاراشٹر
940 56 13 295

۱۔ جام نور اکتوبر 2015
۲۔ نفی الفئ عمن استنار بنورہ کل شئ
۳۔ جام نور اکتوبر 2015
۴۔ ایضا
۵۔ سیرت شامی، ج ۲ ص ۱۲۳
۶۔ سرکار کا جسم بے سایہ

تنقید و احتساب

علامہ غلام مصطفیٰ نعیمی ☆

کعبہ میرے پیچھے ہے کلیسا میرے آگے

نام نہاد خطیب الہند مولانا عبید اللہ اعظمی کی شمولیت 'رام کتھا' پر جاری فتویٰ تکفیر و عدم تکفیر پر ایک تجزیاتی تحریر

مولانا عبید اللہ خان اعظمی صاحب ایک زبردست خطیب کے طور پر پورے ملک میں منفرد شناخت رکھتے ہیں، کسی زمانے میں تو ان کی خطابت کا رنگ دیکھتے ہی بنتا تھا۔ خصوصاً شاہ بانو کے کیس میں جب مسلم پرسنل لا میں عدلیہ کی مداخلت کا معاملہ آیا تو ان دنوں اعظمی صاحب کی خطابت نے پورے ملک میں ایک آگ سی لگا دی تھی، مسلمانانِ ہندان کی تقریروں سے متاثر ہو کر حکومت کے خلاف سڑکوں پر اتر آئے اور ایوان اقتدار میں زلزلہ سا آ گیا تھا۔ بعد میں حکومت ہند کو جھکتے ہوئے مسلم پرسنل لا کے خلاف ہوئے فیصلے کو واپس لینا پڑا تھا۔

اس کے بعد مولانا اعظمی پارلیمینٹ کے ایوان بالا راجیہ سبھا کے لیے منتخب ہو گئے اور مختلف پارٹیوں میں رہتے ہوئے ۱۸، سال تک ممبر آف پارلیمینٹ رہے۔ لیکن پچھلے کافی وقت سے مولانا عبید اللہ اعظمی تنازعات کے گھیرے میں رہے ہیں۔ اور اس وقت بھی ان کے نام سے ایک بہت بڑا تنازعہ اٹھ کھڑا ہوا ہے جس کی سنگینی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان کے خلاف فتویٰ تکفیر بھی جاری ہو گیا ہے۔

اصل صورت حال کیا ہے؟

مولانا عبید اللہ اعظمی صاحب صوبہ گجرات کے علاقہ رن کچھ میں تقریری سلسلے میں گئے ہوئے تھے وہاں بقول ان کے کچھ احباب کے اصرار پر انہوں ایک ہندو پنڈت ''مراری باپو'' کے یہاں منعقدہ ''رام کتھا'' میں حصہ لیا اور خطاب بھی کیا۔ ان کے اسی خطاب کو لیکر معاملہ دارالافتا تک پہنچا اور وہاں سے حکم تکفیر جاری ہوا، اس فتویٰ پر محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ اعظمی سمیت قریب 50، نامور مفتیان کرام کے دستخط موجود ہیں۔ لیکن اس معاملہ میں نیا موڑ اس وقت آیا جب ملک کی مشہور درس گاہ جامعہ اشرفیہ مبارکپور (جہاں کی منتظمہ میں مولانا اعظمی ایک بااثر رکن بھی ہیں) سے محقق مسائل جدیدہ مفتی نظام الدین رضوی صاحب نے انہیں کلین چٹ عطا فرمائی اور عدم تکفیر کا حکم جاری کیا۔ اس فتویٰ پر بھی کئی اساتذہ اشرفیہ کے تائیدی دستخط موجود ہیں۔

مولانا عبید اللہ اعظمی کی تقریر کا خلاصہ:

مولانا عبید اللہ اعظمی کے موافق و مخالف سوال نامے اور ان کی تقریر کی سی، ڈی سننے کے بعد مولانا کی تقریر کے تین حصے کیے جا سکتے ہیں۔

(۱) مولانا کی تقریر کا وہ حصہ جس میں انہوں ہندوؤں کے مشہور دیوتا ''شری رام'' کے متعلق اپنے دلی جذبات کا اظہار کیا ہے۔

(۲) تقریر کے دوسرے حصے میں مولانا نے ''شری رام'' کی 'راون' کے خلاف لڑائی سے اسلامی جہاد کے جواز پر استدلال کیا ہے۔

(۳) تقریر کے تیسرے حصے میں مولانا نے ''مراری باپو'' کے متعلق اپنے اور اپنی اہلیہ کے قلبی جذبات کا اظہار فرمایا ہے۔ اب تینوں حصوں پر ایک نظر

(1)

(۱) پہلے حصے میں ''شری رام'' کے تعلق سے اپنے خیالات ظاہر کرتے ہوئے مولانا اعظمی یوں گل افشانی فرماتے ہیں:

میں نے بحیثیت A S,A ایزاے مسلمان رام کو کس طرح دیکھا، شری رام کا وجود ایسا پاک اور پوتر وجود ہے، ان کا کریکٹر اتنا نرالا، پیارا اور بے مثال ہے، جو انٹلیکچول (دانشور) کلاس ہے۔۔۔ وہ شری رام کو امام ہند مانتا ہے، رام نام ہے سچائی کا جو جھوٹ کو پراست کرتا ہے، رام نام ہے مظلوم اور دکھی لوگوں کی حمایت کا جو ظلم کی گردن پکڑتا ہے، رام نام ہے سورج کی اس روشنی کا جس کے ذریعے اندھیرے دور ہوتے ہیں، رام نام ہے اس چاند کی چاندنی کا جس کے ذریعہ لوگوں کو سکون ملتا ہے، رام نام ہے اس ٹھنڈی ہوا کا جو جھلساتی ہوئی دھوپ میں انسان کے لیے چھتر چھایا بن جاتی ہے، میں اسی رام کو جانتا ہوں جس نے نفرت کا

☆ ایڈیٹر سواد اعظم دہلی

کوئی سندیش انسانیت کو نہیں دیا، نفرت کے مقابلے میں محبت کے بادل برسائے، انسان کی کھوئی ہوئی عظمت کو واپس کروایا۔۔۔''۔

(۲) تقریر کے دوسرے حصے میں مولانا عبیداللہ اعظمی نے 'رام اور راون' کی لڑائی سے استدلال کرتے ہوئے جہاد کے جواز پر اس انداز میں جوہر خطابت دکھائے۔

سیتا جی (رام کی اہلیہ) کے ساتھ ایک آتنک وادی (دہشت گرد) نے آتنکت کرنے کی گھنتا کی تھی ہم اسے راون کے نام سے جانتے ہیں، اس آتنک واد کے خلاف شری رام نے جہاد چھیڑا تھا۔ ایک چیز ہے آتنک واد جس سے ہمارا پورا ملک پیڑت (متاثر) ہے، ہمارا ہی ملک نہیں پورا سنسار پیڑت ہے۔ کسی کو آتنکت کرنا یہی تو ہے آتنک واد، اور جو ایسا کرتب کرے وہی ہے آتنک وادی، ایسے آتنک واد کے خلاف لڑنے کا نام نام عربی زبان میں جہاد ہے۔ اس لفظ جہاد کو اتنا اپوتر (ناپاک) کرکے رکھا، ناپاک لوگوں نے کہ جو لڑائی آتنک واد کے خلاف لڑنے کا ہتھیار تھا اسی ہتھیار کو آج آتنک کا نام دے دیا گیا''۔

(۳) اپنی تقریر کے تیسرے حصے میں مولانا نے یہ انکشاف کیا کہ جب وہ ملک کے سابق وزیر اعظم وی پی سنگھ کے ساتھ تھے تو انہوں نے اعظمی صاحب کو مشورہ دیا تھا 'عبیداللہ بھائی کبھی موقع ملے تو مراری باپو کے درشن ضرور کرنا'۔ مولانا اعظمی نے یہ بھی بتایا کہ ان کی نصف بہتر جب ٹی وی پر مراری باپو کو دیکھتی ہیں تو جب تک ان کا پروچن (مذہبی بیان) پورا نہیں ہوجاتا تب تک وہ ٹی وی بند نہیں کرتیں۔ اور جب مولانا اس 'رام کتھا' میں شامل ہونے کے لیے نکلے تو مولانا کی بیگم نے ان سے کہا کہ مراری باپو کو میری جانب سے آداب کہیں اور ایک سیکنڈ کا وقت نکال کر فون پر ان سے بات کرائیں تاکہ وہ ان کو سلام کر سکیں، یہ ان کا سوبھاگیہ (خوش نصیبی) ہوگا۔

یہ ہے مولانا عبیداللہ اعظمی صاحب کی تقریر کا خلاصہ جو ان کے اپنے سوال نامہ اور ان کی تقریر سے معلوم ہوا۔ جس سوال نامے پر مولانا عبیداللہ اعظمی کے خلاف حکم تکفیر جاری ہوا اس میں تقریر کا وہ اقتباس درج ہے جسے ہم نے (۱) کے تحت تحریر کیا ہے۔ فتویٰ تکفیر پر قریب 50، علمائے کرام کے دستخط ہیں۔ اور حکم نامہ میں فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ''کفار کے دیوتاؤں کی تعریف کرنا کفر صریح ہے''۔ قائل پر توبہ، تجدید ایمان و نکاح فرض ہے اور اس کی تقریر سننا جائز نہیں ہے۔

دوسرا سوال نامہ جس کے مستفتی خود مولانا عبیداللہ اعظمی ہیں، جامعہ اشرفیہ کے دارالافتا میں پیش کیا گیا۔ اس سوال نامہ میں تقریر کا دوسرا حصہ بھی نقل کیا گیا اور تیسرا حصہ چھوڑ دیا گیا۔

اس پر مفتی نظام الدین رضوی صاحب نے یہ حکم جاری فرمایا:

(2)

''تقریر کے اقتباس سے ظاہر ہے کہ غیر مسلموں کے خیالات کو بتاتے ہوئے انہی سے ان پر حجت قائم کی گئی ہے، جو خطیب کے زور بیان کی واضح دلیل ہے اس لیے اس تقریر سے خطیب کے ایمان پر کوئی آنچ نہیں آتی، بلکہ یہ تو اس کے ایمان کی نشانی ہے کہ مجمع غیر میں جا کر انہیں کی باتوں سے ان پر حجت قائم کر دی۔۔۔۔۔لہٰذا خطیب ہرگز دائرہ اسلام سے خارج نہیں وہ مسلمان ہے اور اس کی تقریر سننا جائز ہے۔

اب علما و عوام اہل سنت کیا کریں؟

ایک ہی مسئلے پر دو مختلف فتووں کے منظر عام پر آنے سے علما و عوام سخت بے چین ہیں، سمجھ نہیں آرہا کہ کریں؟ کسی بھی ایک فتوے پر عمل کریں تو دوسرے فتوے کی رو سے خرمن ایمان جلنے کے دہانے پر ہے اور دونوں پر ایک ساتھ عمل ہو نہیں سکتا۔ ع

ایمان مجھے پکڑے ہے تو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ میرے پیچھے ہے کلیسا میرے آگے

یہاں ہم ان فتووں پر قدرے تجزیاتی گفتگو کرتے ہیں تو درج ذیل نکات ہمارے سامنے آتے ہیں۔

(۱) جس فتوے میں حکم تکفیر جاری کیا گیا ہے اس میں مولانا اعظمی کی تقریر کے پہلے حصے کو سوال میں درج کیا گیا جس پر حکم کفر کا اطلاق کیا گیا ہے۔ بنیاد ہندو دیوتاؤں کی تعریف کرنا ہے۔ اور ایسا کرنا کفر صریح قرار دیا گیا ہے۔

اب یہاں پر مولانا عبیداللہ صاحب کا یہ اعتراض بے معنیٰ ہو جاتا ہے کہ ان کی تقریر کا مکمل حصہ استفتا میں درج نہیں کیا گیا۔ کیوں کہ حکم کفر ان کی تقریر کے اسی حصے پر لگا ہے جس میں انہوں نے کھلے دل سے 'شری رام' کی تعریف کرتے ہوئے ان کے وجود کو 'پاک و پوتر، اور بے مثل و بے مثال' اور امام ہند قرار دیا ہے۔ اور ساتھ میں یہ بھی کہا کہ امام کا رتبہ سب سے بڑا ہوتا ہے۔ یعنی دوسرے لفظوں میں انہوں نے 'شری رام' کو ہند میں سب سے بڑے رتبے کا حامل قرار دیا ہے۔ اب ان کی تقریر کا دوسرا حصہ اگر درج نہیں بھی کیا گیا تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیوں کہ پہلے حصے کا کفر دوسرے حصہ تقریر سے اٹھ نہیں جائے گا۔ ہاں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا کہ قائل کو سامنے بلا کر اس سے اس کا نقطہ نظر جانا جاتا، صفائی کا پورا موقع دیا جاتا ممکن ہے کہ قائل پر اس کی خطا واضح ہو جاتی اور وہ توبہ کی سعادت حاصل کر لیتا اور اس فتوے کی اجرا کی نوبت ہی نہیں آتی۔

مفتی نظام الدین صاحب کے فتوے میں جس طرح سے ابتدائی چند سطروں میں ہی خطیب کو ہر جرم سے بری کیا گیا ہے۔ اور جن الفاظ کا

استعمال کیا گیا اس سے کچھ نئے سوال کھڑے ہوتے ہیں۔ مفتی صاحب اپنے فتوے میں تحریر فرماتے ہیں:

''تقریر کے اقتباس سے ظاہر ہے کہ غیر مسلموں کے خیالات کو بتاتے ہوئے انہی سے ان پر حجت قائم کی گئی ہے، جو خطیب کے زور بیان کی واضح دلیل ہے اس لیے اس تقریر سے خطیب کے ایمان پر کوئی آنچ نہیں آتی، بلکہ یہ تو اس کے ایمان کی نشانی ہے کہ مجمع غیر میں جاکر انہیں کی باتوں سے ان پر حجت قائم کردی''۔

اس اقتباس سے صاف ظاہر ہے کہ مفتی صاحب کی نگاہ صرف تقریر کے اس حصے پر ہے جسے ہم نے (۲) کے تحت ذکر کیا ہے۔ اس لیے کہ 'راون' کے ذریعے 'سیتاجی' کے اغوا کے واقعہ کو دلیل بناتے ہوئے مولانا عبیداللہ اعظمی نے حجت قائم کی ہے۔ اوران کے سامنے انہیں کے بھگوان کے طرز عمل کو پیش کر اسلامی جہاد کو جواز فراہم کرانے کی کوشش کی ہے۔

(3)

یہ بے شک 'زور بیان' کی واضح دلیل ہوسکتی ہے مگر! لاکھ ٹکے کا سوال یہ ہے کہ تقریر کا وہ حصہ جس میں مولانا اعظمی نے 'شری رام' کے متعلق 'زریں' خیالات کا اظہار کیا ہے وہ ان کے اپنے 'وچار' ہیں۔ غیر مسلموں کے نہیں؟ اور فتوی کفر کی بنیاد یہی خیالات ہیں۔ لیکن اس پر مفتی نظام الدین صاحب کا قلم ایک دم خاموش نظر آتا ہے۔ لیکن حیرت اس بات پر ہے کہ جب ایسا ہی ایک سوال کسی غیر معروف شخص کے نام سے آیا اور ملک کے ایک مستند دار الافتا سے فتوی تکفیر جاری ہوا تو مفتی نظام الدین صاحب نے اس پر اپنے تائیدی دستخط فرمائے، مگر! مولانا عبیداللہ کے مستفتی بنتے ہی سارا منظر بدل گیا اور پہلے جس مسئلے پر حکم کفر پر تصدیق کردی گئی اس بار ویسے ہی مسئلے پر پراسرار خاموشی اختیار کرلی گئی۔ ملاحظہ کریں وہ فتوی:

مسئلہ: زید ایک سنی مسلمان ہے، ایک سنی ادارے کا سربراہ اعلیٰ ونگراں ہے اور وہ ایک شاعر بھی ہے، اس نے ایک سبھا میں جو کہ تحصیل میں ہوا اس نے اپنے اشعار میں دیوی دیوتاؤں کی خوب تعریف کی اور انعام کا بھی حقدار ہوا۔ جو شعر ذیل میں ہے: کرکر میں بسے رام: من میں سیتارام وغیرہ اشعار پیش کیا۔ اس طرح کے اشعار پڑھنا جائز ودرست ہے یا نہیں؟

الجواب: غیر مسلموں کی دیوی دیوتاؤں کی تعریف کرنا ان کو عزت دینا ہے۔ مزید برآں زید کے شعر کرکر میں بسے رام: من میں سیتارام سے ان کے دیوتاؤں کا اعزاز ظاہر ہے جو صریح کفر ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنٰفقین لایعلمون (المنافقون:۸) لہٰذا زید اپنی اس حرکت قبیحہ اور کلمات کفریہ شنیعہ کی وجہ سے دائرہ اسلام سے نکل گیا اس پر لازم ہے کہ تجدید ایمان کرے اگر شادی شدہ ہے تو تجدید نکاح بھی کرے۔

کتبہ: محمد وقار علی احسانی ۲۹، ذی القعدہ ۱۴۲۸ھ۔

الجواب صحیح محمد نظام الدین رضوی برکاتی، محمد ابرار احمد امجدی۔

(فتاوی مرکز تربیت افتاء۔ ج، ۲۔ص ۶۰)

اس استفتا اور فتوی کو بغور دیکھئے کہ اس میں بھی دیوی دیوتاؤں کی تعریف کا سوال ہے اور اس پر حکم کفر جاری کیا گیا، خود مفتی نظام الدین صاحب نے تصدیق کی مگر! مولانا عبیداللہ کے ان ''فصیح وبلیغ جملوں'' سے کس بنا پر صرف نظر کیا گیا سمجھ سے باہر ہے۔ یا پھر ایسا ہے کہ 'شری رام' کے تعلق سے مولانا عبیداللہ اعظمی نے اپنے جن زریں خیالات کا اظہار فرمایا ہے وہ تعریف کے زمرہ میں نہیں آتے؟! اگر ایسا ہے تو یہ سوال منہ کھولے کھڑا ہے کہ آخر تعریفی جملے کیا ہوں گے؟ اور مولانا عبیداللہ کے ذریعہ بیان کردہ ان جملوں کو کس خانہ میں رکھا جائے تعریف کے یا پھر تذلیل کے؟

اگر ان جملوں کو 'زور بیان' کی واضح دلیل سمجھا جائے تو ہر کس وناکس کو کھلی چھوٹ مل جائے گی وہ غیر مسلموں کی مذہبی تقاریب میں شرکت کرے اور اپنا 'زور بیان' دکھا کر اپنی دنیا کو جنت بنائے۔ اور ویسے بھی مسلم دشمن تنظیم آر ایس ایس کا کہنا ہے کہ ہر ہندوستانی میں رام کا DNA ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو بھی رام سے محبت کا ثبوت دینا چاہیے۔ اب اگر 'شری رام' کے تعلق سے کہے گئے مولانا عبیداللہ کے جملوں کو اعلی درجے کی خطابت مان لیا جائے تو سارا جھگڑا ہی ختم ہوجائے گا۔ اور ہر مسلم خطیب ایسا زور خطابت دکھا کر اس مسلم دشمن تنظیم کو بھی خوش کردے گا اور اس کے ایمان پر بھی کوئی آنچ نہیں آئے گی' بلکہ یہ اس کے ایمان کی نشانی' ہوگی۔

حیرت کی بات یہ ہے مفتی نظام الدین صاحب کے علاوہ سات آٹھ دیگر علمانے بھی اس فتوے کی تصدیق کی ہے مگر! کسی ایک نے بھی 'شری رام' کے متعلق کہے گئے تعریفی جملوں پر ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ اگر ہم جیسے ناقص الفکر افراد مان بھی لیں کہ یہ جملے تعریفی نہیں ہیں۔ تو بھی کوئی فرق نہیں پڑنے والا ہے کیوں کہ محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفی اعظمی صاحب سمیت 50، سے زائد علما نے انہیں جملوں کو تعریف کے زمرہ میں رکھا ہے۔ حالانکہ پہلی نظر میں ہم جیسے کوتاہ فکر کی نگاہ میں بھی یہ جملے سراسر تعریف پر ہی مبنی ہیں۔

(4)

خود مولانا عبیداللہ اعظمی کا انداز تقریر اوران کے ادب کی چاشنی میں گھلے ہوئے شیریں الفاظ بانگ دہل اعلان کررہے ہیں کہ یہ جملے انہوں نے 'شری رام' کی تعریف وتوصیف میں ہی ادا کیے ہیں۔

اب یہ وضاحت تو مفتی نظام الدین صاحب ودیگر تائید کنندگان کے اوپر عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی تحقیق کی روشنی میں یہ بات ثابت کریں کہ ان جملوں پر 'مدح' کی تعریف صادق نہیں آتی۔ اور مولانا عبیداللہ نے بلا وجہ ان کو محل تعریف میں استعمال کیا ہے۔

تقریر کا تیسرا حصہ:

اپنی تقریر کے اس حصے میں مولانا عبید اللہ اعظمی صاحب نے اپنے بارے میں کچھ حیرت انگیز انکشافات کیے ہیں، جنہیں سن کر یکبارگی تو جھٹکا لگا کہ کیا ایک سنی عالم کے گھر میں ایسا بھی ماحول ہو سکتا ہے؟ مولانا اعظمی نے 'مراری باپو کے درشن کو اپنا' سوبھاگیہ' سمجھتے ہوئے بیان کیا کہ ایک موقع پر ان کے سینیئر سیاسی رفیق سابق وزیر اعظم ہند وی پی سنگھ نے کہا تھا کہ ''عبید اللہ بھائی کبھی موقع ملے تو مراری باپو کے درشن ضرور کرنا''۔ اور جب مولانا عبید اللہ صاحب 'رام کتھا' میں شرکت کے لئے گھر سے نکلے تو ان کی رفیقہ حیات نے 'مراری باپو کے لئے اپنے جذبات کا اظہار کس طرح کیا اس کو خود مولانا کے لفظوں میں پڑھیں:

''میں جب آیا تو میری بیگم نے بھی مجھ سے کہا کہ میں جب بھی مراری باپو کو ٹی وی پر دیکھتی ہوں تو جب تک ان کا پورا پروچن نہیں سن لیتی بند نہیں کرتی ہوں، میری طرف سے بھی انہیں آپ آداب کہیے گا اور اگر موقع ملے تو مراری باپو کو سلام کرنے کے لیے ایک سیکنڈ کا وقت نکال کر اپنا ٹیلیفون دے دیجئے گا تا کہ ان سے بات کرنے کا سوبھاگیہ ہمیں بھی حاصل ہو جائے''۔

یہ ہیں وہ زریں اور روشن خیالات جو مولانا عبید اللہ اور ان کی نصف بہتر 'مراری باپو' کے تعلق سے رکھتی ہیں۔

تقریر کا یہ حصہ دونوں سوال ناموں میں درج نہیں ہے۔ اس لیے کسی بھی فتویٰ میں ان خیالات پر کوئی حکم بھی نہیں سنایا گیا۔ لیکن ابھی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے سالانہ جلسہ دستار بندی میں مولانا عبید اللہ اعظمی نے دوران تقریر کہا کہ میرے خلاف فتویٰ تکفیر جاری ہوا ہے اور میں نے مفتی نظام الدین صاحب کی بارگاہ میں استفتا کیا اور انہیں اپنی تقریر کی سی ڈی سنائی اور یہ کہا کہ آپ بغیر میرا لحاظ کیے حکم شرع بیان فرمائیں تو انہوں نے میری پوری تقریر سننے کے بعد مجھے سبھی الزامات سے بری قرار دیا۔

مولانا عبید اللہ اعظمی کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مفتی نظام الدین صاحب نے اس تقریر کو سماعت کیا تھا۔ خود مفتی صاحب کی شناخت ایک زبردست محقق کے طور پر ہے اور اسی بنیاد پر آپ محقق مسائل جدیدہ کہے جاتے ہیں، اس لیے بجا طور پر یہ امید ہے کہ آپ نے تقریر کے ایک ایک حصے کو بغور سماعت کیا ہوگا۔

لیکن یہاں پہنچ کر خوش گمانی کو زبردست جھٹکا لگتا ہے کہ مفتی صاحب نے اپنے فتویٰ میں اس سنگین معاملہ پر ایک لفظ بھی تحریر نہیں فرمایا۔

وی پی سنگھ کے مولانا اعظمی کو دیے مشورے سے لگتا ہے کہ مولانا اسی وقت سے 'مراری باپو' کے درشن کے مشتاق تھے۔ ایسا ہم اس لیے لکھ رہے ہیں کہ مولانا کے گھر کا ماحول اس بات کو بتاتا ہے۔ 'مراری باپو' کا پورا پروچن سنا جانا، اس پنڈت سے اس قدر عقیدت ہونا کہ ایک سنی عالم کی بیوی اپنے شوہر کے ذریعہ ہندو بابا کو سلام کہلائے، طرفہ تماشا یہ کہ فون پر بات کرنے کی خواہش بھی ظاہر کرے، اور اس کو اپنے سوبھاگیہ (خوش نصیبی) پر محمول بھی کرے۔

(5)

اس پورے قضیہ کا سب سے خراب پہلو یہ ہے کہ مولانا عبید اللہ اعظمی ایک بار بھی اپنی بیگم سے یہ نہیں کہتے کہ یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ اور کہہ بھی کیسے سکتے تھے کیوں کہ گھر میں کسی ہندو پنڈت کا ستسنگ کوئی پہلی بار نہیں سنا گیا تھا بلکہ وہاں تو عالم یہ تھا کہ جب بھی مراری باپو کو دیکھتی تھیں تو مکمل سنے بغیر ٹی وی بند ہی نہیں کیا جاتا تھا۔ اعظمی صاحب کے گھر میں ہندو پنڈت کا پروچن سنا اور دیکھا جاتا اس بات کی کھلی شہادت ہے کہ خود مولانا اعظمی 'مراری باپو' کی عقیدت کے نشے میں سرشار تھے۔

افسوس تو اس بات کا ہے فروعی مسائل پر اپنی تحقیقات کے وقت بھوسے میں سے سوئی بھی تلاش کر لی جاتی ہے لیکن اتنے حساس اور نازک مسئلے پر نہ محقق مسائل جدیدہ کا قلم چلتا ہے اور نہ خیر الاذکیا کی ذکاوت کام کرتی ہے، مزید دیگر علمائے اشرفیہ بھی خاموشی کے ساتھ تصدیق کے منزلوں سے گزر جاتے ہیں۔

کیا یہاں واضح طور پر مولانا عبید اللہ اعظمی کا اثر و رسوخ نظر نہیں آتا، کیا اگر یہی سوال کسی غیر معروف خطیب کے حوالے سے کیا جاتا تب بھی جواب کا اسلوب ایسا ہی ہوتا؟ اور کیا اب علمائے اشرفیہ 'مراری باپو' کے پروچن سننے اور اپنی خواتین کو اس سے بات کرانے پر کوئی شرعی حکم جاری فرمائیں گے؟

ملت ویسے ہی بڑی خستہ حالی کا شکار ہے مزید اس طرح کے فتوے انتشار کو بڑھاوا ہی دیں گے۔ مل بیٹھ کر اس مسئلے کو سلجھا لیا جائے تا کہ اہل سنت کے بے گناہ افراد مفت میں 'کافر' نہ ہو جائیں۔ اس لیے کہ کسی بھی فتویٰ پر عمل کرنے سے دوسرے فتوے کی رو سے کافر ہو جائیں گے۔ کیوں اگر مومن کو کافر سمجھا تو کافر، اور اگر ! کافر کو مومن سمجھا تو کافر۔ دونوں صورتوں میں کفر کا سامنا ہے۔

اگر ان سطور سے کسی کو دل آزاری کا شائبہ گزرے تو کھلے دل سے معذرت ع

صاف و شفاف ہے پانی کی طرح نیت دل کی
دیکھنے والے نہ دیکھیں اسے گدلا کر کے

عتیق الرحمن رضوی، مالیگاؤں

نام نہاد اسلاف شناسوں کے اصلی چہرے؟

اسلاف شناسوں کی بغض بریلی پر چشم کشا تحریر

"..........مگر ہماری حسرتوں کے سارے دیے اس وقت بجھ گئے جب انہیں نام نہاد اسلاف شناسوں کی، اسلاف شناسی کے نام پر اسلاف بے زاری، مرکز اہلِ سنت سے عداوت اور بغض بریلی پر محمول حرکت سامنے آئی۔ کچھ ہی دنوں بعد ہمارے ایک قریبی رشتے کی خالہ جو عالمہ ہیں، مہاراشٹر کی مشہور مقررہ بھی، انہوں نے ہمیں طلب کیا، ہم ان کے مکان پہنچے علیک سلیک، خیر خیریت کے بعد، انہوں نے بتایا کہ مدرسے میں یوپی، بہار وغیرہ سے کچھ لوگ آئے تھے، کہہ رہے تھے کہ وہ لوگ اہل سنت میں بیداری پیدا کرنا چاہتے ہیں، اسلاف کرام کی خدمات کو جو دانستہ یا غیر دانستہ فراموش کیا جا رہا ہے، اس پر اب روک لگانی ہے، اور عوام اہل سنت کو اپنے ان اسلاف سے روشناس کرانا ہے جنھوں اہل سنت کے لیے زریں خدمات انجام دیں۔ اسلاف شناسی کے عنوان سے کام کرنا ہے۔ میں نے کہا اچھی سوچ ہے عوام پر اسلاف کے کارنامے اجاگر ہونے چاہیے، میں اس میں آپ کی کیا مدد کر سکتی ہوں، وفد کے ایک جوان نے کہا آپ اچھی مقررہ ہیں آپ نے اپنی تقریر میں ہمارے اسلاف کرام کی حیات و خدمات کو بیان کرنا ہے، میں نے........"

امام غزالی علماے سوء سے اجتناب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ہر عالم کے پاس نہ بیٹھو، مگر ایسے عالم کے پاس جو تمہیں پانچ چیزوں کی طرف لے جائے: (۱) شک سے یقین کی طرف..... (۲) ریا سے اخلاص کی طرف..... (۳) رغبت دنیا سے زہد کی طرف..... (۴) کبر سے تواضع کی طرف..... (۵) دشمنی سے خیر خواہی کی طرف۔ (آداب معلم: امام غزالی، ص ۳۳، مطبوعہ: مبارکپور)

علماے حق کی قدر و منزلت اور فضیلت میں بے شمار روایات واحادیث وارد ہیں، اس وقت اس کا محل نہیں۔ درج بالا روایت ہم نے تمہید کے طور پر کیوں باندھی اس کا اندازہ آگے کی سطور پڑھ کر آپ خود ہی لگالیں گے۔

آج کل شہرت و نام وری کے بھوکے نیم مولوی اور نیم صحافیوں کی بہتات سی ہے۔ جسے کچھ لکھنا آ گیا وہ فخر صحافت، جماعت اعدادیہ اور ناظرہ سے بھاگا ہوا، استاذ العلماء اور استاذ القراء ہو جاتا ہے۔ پانچ پانچ سات سات سال، مریدوں کے نذرانے پر سیر سپاٹا کرنے والا فاضلِ یمن، فاضلِ شام و مصر ہو جاتا ہے۔ علم کی گہرائی و گیرائی سے بے بہرے اکابرین پر طنز و تشنیع کر کے کے اپنی روٹیاں سینکتے ہیں۔ اور اپنی اس مفاد پرستی میں صلح کلیت کی حد تک گر جانے میں عار محسوس نہیں کرتے، صلح کلیت کی آگ اس قدر سرایت کرتی جارہی ہے کہ، حق بات کرنے والا ہر شخص انہیں متشدد اور دقیانوسی نظر آتا ہے۔ مصلح اگر ان کی اصلاح کریں تو ان کا زبان و قلم تیغ بے نیام نظر آتا ہے، خود غلیظ گالیاں بکیں تو عین مصلحت و حکمت ہوتا ہے، اور بزعم خود ایسا کر کے یہ خود کو اتحاد اہل سنت کا عظیم داعی تصور کرتے ہیں۔ جب کہ اگر ان کی ساری کارستانیوں کا جائزہ لیا جائے تو کم پڑھا لکھا شخص بھی بآسانی اس نتیجے پر پہنچ سکتا ہے کہ اتحاد امت کا بلند و بانگ نعرہ لگانے والے خود، ملت کے شیرازے کو بکھیرنے کے درپے ہیں، اسلاف شناسی کا ڈھنڈھورا پیٹ کر قوم کو اسلاف سے روشناس کروانے کا دعویٰ کرنے والے، اسلاف فراموشی کا اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ عوام کو علما سے بے زار کر رہے ہیں، اسلامی قانون "فتویٰ" کی اہمیت ختم کرنے کی سعی ناکام میں لگے ہوئے ہیں۔

بے شک اسلاف شناسی ایک قابل تحسین و لائق عمل کام ہے، مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ "اسلاف شناسی کے نام پر، ہم جب ایک خانقاہ کا ذکر کریں تو دیگر خانقاہوں کا بائیکاٹ کریں، یا اُن کی تذلیل و مذاق اڑائیں۔ اسلاف شناسی کے نام پر عوام کو علما و مشائخ کا گستاخ و بے ادب بنائیں، انہیں علما سے

دور کریں، اسلاف شناسی کے نام پر اسلاف بے زاری کو عام کیا جائے۔ نومبر ۲۰۱۳ء میں ممبئی کے ایک کرم فرمانے ایسی ہی تحریک کے کچھ افراد سے ملایا، جو عوام اہل سنت کو اپنے اسلاف سے روشناس کرانے کا جذبہ لیے ہوئے تھے۔ اور مقصد یہ ظاہر کیا کہ وہ مشائخ اور علماے اہل سنت جواب تک تشنۂ تعارف ہیں، یا کما حقہ ان کی خدمات کا تعارف نہیں کیا جاسکا، ان شخصیات پر اہل علم وقلم کی توجہ مبذول کرواکر ان پر تحقیقی کام کروایا جائے گا۔ بے شک یہ تو بڑا ہی مستحسن قدم تھا، خوشی بھی ہوئی، کہ اب ہمارے بزرگوں کی خدمات سے ہم جیسے کم علم لوگ بھی آشنا ہوں گے۔

مگر ہماری حسرتوں کے سارے دیے اس وقت بجھ گئے جب انہیں نام نہاد اسلاف شناسوں کی، اسلاف شناسی کے نام پر اسلاف بے زاری، مرکز اہل سنت سے عداوت اور بغض بریلی پر محمول حرکت سامنے آئی۔ کچھ ہی دنوں بعد ہمارے ایک قریبی رشتے کی خالہ جو عالمہ ہیں، مہاراشٹر کی مشہور مقررہ بھی، انہوں نے ہمیں طلب کیا، ہم ان کے مکان پہنچے علیک سلیک، خیر خیریت کے بعد، انہوں نے بتایا کہ مدرسے میں یوپی، بہار وغیرہ سے کچھ لوگ آئے تھے، کہہ رہے تھے کہ وہ لوگ اہل سنت میں بیداری پیدا کرنا چاہتے ہیں، اسلاف کرام کی خدمات کو جودانستہ یا غیر دانستہ فراموش کیا جارہا ہے، اس پر اب روک لگانی ہے، اور عوام اہل سنت کو اپنے ان اسلاف سے روشناس کرانا ہے جنھوں اہل سنت کے لیے زریں خدمات انجام دیں۔ اسلاف شناسی کے عنوان سے کام کرنا ہے۔ میں نے کہا اچھی سوچ ہے عوام پر اسلاف کے کارنامے اجاگر ہونے چاہیے، میں اس میں آپ کی کیا مدد کرسکتی ہوں، وفد کے ایک جوان نے کہا آپ اچھی مقررہ ہیں آپ نے اپنی تقریر میں ہمارے اسلاف کرام کی حیات وخدمات کو بیان کرنا ہے، میں نے کہا یہ تو ہمارا طریقہ ہے، ہم اسلاف کی تعلیمات ہی عام کررہے ہیں، ہاں اسے مزید بڑے پیمانے پر کرنے کی ہم کوشش کریں گے، اس پر اس نے کہا مگر پانچ سال تک آپ دیگر کسی موضوع پر تقریر نہیں کریں گے، بالخصوص مسلک اعلیٰ حضرت اور اہل بریلی کو اپنا موضوع سخن نہیں بنائیں گے۔ اس بات سے مجھے تشویش ہوئی میں نے کہا ایسا ممکن نہیں ہے، مسلک اعلیٰ حضرت ہماری پہچان ہے، اور میں اس پر نہ بولوں یہ نہیں ہوسکتا۔ تو آں جناب نے فوراً ایک صاحب کو فون کیا انہوں نے اپنا تعارف اس طرح دیا کہ میں یوپی کے فلاں شہر سے بات کررہا ہوں، ہماری خانقاہ اہل سنت کی قدیم ترین خانقاہوں میں سے ہے، اتنی اتنی سوسالہ ہماری تاریخ رہی ہے۔ آپ ہمارے مشن سے جڑیے، ہماری تحریک کا کام کیجیے۔ تو میں نے کہا مجھے اسلاف کی خدمات پر کام کرنے میں کوئی اعتراض نہیں اور ہم الحمدللہ یہ کام کررہے ہیں، مگر جو پابندی آپ لگا رہے ہیں کہ مسلک اعلیٰ حضرت اور اہل بریلی پر آپ نے پانچ سال کچھ نہیں بولنا ہے یہ تو سراسر زیادتی ہے، یہ مجھے منظور نہیں۔ وہ سجادہ موصوف جو فون پر گفتگو فرما رہے تھے، کہتے ہیں جیسا وہ کہتے ہیں کیجیے پانچ سال کی بات ہے اور اس کام کے عوض آپ کو ہر سال پانچ لاکھ روپے پہنچادیے جائیں گے......... بہر کیف میں نے اس وفد کے ساتھ تعاون سے انکار کردیا۔

> **"......... الحمد لله! بریلی اور اہل بریلی نے ایسی تحریکیں نہیں چلائیں، کہ لوگوں کے پاس جا جاکر انہیں پیسوں کا لالچ دے کر رضویات اور بریلی یا اہل بریلی کی خدمات پر کام کرایا جائے۔ نہ بریلی اور اہل بریلی نے لوگوں کے ہاتھ پیر باندھ رکھے ہیں، کہ ہمارے علاوہ کسی پر کام نہ کیا جائے۔ بریلی کی یہ شہرت جو آج اہل سنت کے شیرازہ بکھیرنے والوں کو کھٹک رہی ہے، یہ خدا داد ہے، من جانب اللہ ہے۔ یہ ہما شما کے دبانے سے دبنے یا مٹنے کی نہیں........"**

اللہ اکبر! یہ ہے، نقلی اسلاف شناسوں کے اصلی چہرے۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں، اسلاف شناسی ضرور عام ہو مگر اس کی آڑ میں دیگر خانقاہوں یا بریلی شریف کی مخالفت کیوں کی جارہی ہے، کیا یہ اسلاف شناسی کے نام پر دھوکہ نہیں؟ کیا یہ اسلاف شناسی کے نام پر بریلی مخالفت کی پالیسی نہیں؟ کیا نام دیا جائے اس کا؟ بریلی کی شہرت کھٹکتی ہے، الحمدللہ! بریلی اور اہل بریلی نے ایسی تحریکیں نہیں چلائیں، کہ لوگوں کے پاس جا جا کر انہیں پیسوں کا لالچ دے کر رضویات اور بریلی یا اہل بریلی کی خدمات پر کام کرایا جائے۔ نہ بریلی اور اہل بریلی نے لوگوں کے ہاتھ پیر باندھ رکھے ہیں، کہ ہمارے علاوہ کسی پر کام نہ کیا جائے۔ بریلی کی یہ شہرت جو آج اہل سنت کے شیرازہ بکھیرنے والوں کو کھٹک رہی ہے، یہ خداداد ہے، من جانب اللہ ہے۔ یہ ہما شما کے دبانے سے دبنے یا مٹنے کی نہیں۔ اگر لوگ اسلاف شناسی میں اتنے ہی مخلص ہوتے تو انہیں اسلاف شناسی کے معاوضے نہیں دینے پڑتے، اور نہ ہی بریلی کی مدح سرائی میں لوگوں کی زبانیں بند کروانا پڑتی۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے نام "اسلاف شناسی" دیا جارہا ہے مگر درپردہ بریلی اور اہل بریلی سے بے زاری کو فروغ دینا مقصد ہے۔ حسد کی عینک اتاریں اور عوام کو کے جذبات سے کھلواڑ کرنا بند کیا جائے۔ خلوص نیت کے ساتھ بزرگوں پر کام کا آغاز کیا جائے، اکابرین کی تعظیم وتکریم کی جائے، اس کے بعد اسلاف شناسی کا ثمرہ دیکھیں۔

انصار احمد مصباحی

تنقید اور تعمیر

اسلام کی رونق کا کیا حال کہوں تم سے
کونسل میں بہت سید مسجد میں فقط جمن

اچھے برے میں فرق اور کھرے کھوٹے میں تمیز کو "تنقید" کہا جاتا ہے۔ اچھے کو برا اور برے کو بہت برا کہنے کا نام تنقید ہرگز نہیں۔ اہل علم اسے تنقیص کہتے ہیں، جس کا مقصد اصلاح مفاسد نہیں، فقط تذلیل اور تحقیر ہوتا ہے۔ آج شتر بے مہار کی طرح جسے دیکھو تنقید کرتا نظر آ رہا ہے۔ خانقاہوں پہ تنقید، مدارس پہ تنقید، نظام تعلیم پہ تنقید، نصاب تعلیم پہ تنقید، علمائے اہل سنت کے فتاوی پہ تنقید، مقررین کے خطابات پہ تنقید، جلسوں پہ تنقید، اعراس پہ تنقید، مدارس کے چندوں پہ تنقید، مشائخ کے ارادت مندوں پہ تنقید، ان کے اسفار پہ تنقید، مریدوں کی کثرت پہ تنقید، تنقید پہ تنقید، تنقید پہ تنقید، یہاں تک کہ کوئی مخلص سے مخلص شخص بھی ان بے لاگ (لاگ نہیں) تنقیدوں سے شاید ہی بچ سکا ہو۔

جسے تھوڑا ٹائپ کرنے کا ڈھنگ آ گیا..... تنقید۔ دو شعر پڑھ نہیں سکتا، شاعروں پہ تنقید۔ بہار شریعت سمجھ نہیں سکتا، مفتیوں پہ..... تنقید۔ فارسی کی پہلی اور چہل سبق پڑھانے کا مجاز نہیں، مدرسین پہ تنقید۔ نزہۃ القاری بھی نہیں پڑھا کہ علما کی حدیث دانی پہ تنقید۔ علی گڑھ سے ڈگری یافتہ جینٹل مین کی علما کی فقہی بصیرت پہ تنقید۔ تنقید تعمیر کا زینہ ہے لیکن تنقید کون کرے؟ بدقسمتی سے یہ کام وہ مخصوص ذہنیت کر رہی ہے جو ع

کرتے تمام عمر چناں اور چنیں رہے
آخر میں کی نظر تو جہاں تھے وہیں رہے

تنقید کا کسے حق ہے.....؟ ہر کس و ناکس جس کے دودھ کے دانت بھی نہ گرے ہوں، جسے بابا ماما بولنا ہی آیا ہو وہ بھی تنقید کریں.....؟

پروفیسر نور الحسن نقوی فن تنقید میں لکھتے ہیں، "تنقید کا حق صحیح معنی میں اسی کو ہے جس کا مطالعہ وسیع اور نظر گہری ہو۔ ایسا نہیں کہ اردو ٹائپ کرنا آ گیا بس بن گیے نقاد.....! چند نابالغ نظر لکھاری چاہتے ہیں کہ ملک کے ہر مفتی، عالم، فاضل کی تحریر و تقریر کا قبلہ ان کی تحریری روش ہو، فتوے ان کی فکری سانچے میں ڈھلے ہوئی ہوں۔

ہم ریش دکھاتے ہیں اسلام کو دیکھو
مس زلف دکھاتی ہے اس لام کو دیکھو

ایک مخصوص طبقہ اپنے چیلے چپاٹوں کو لیکر اہلیان بریلی اور پاسداران مسلک اعلی حضرت کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گیے ہیں۔

انہیں خانقاہ بریلی کا ایک کام نہیں بھاتا۔ تصلب فی الدین تو حمیت اسلامی ہے۔ تصلب فی الدین جرم ہے.......؟؟ مفتی کا کام حالات زمانہ کی رعایت کرتے ہوئے ہر مجبوری کو دینی مجبوری سمجھ کر ہر طرح کی خرافات کی کھلی چھوٹ دے دینا ہے۔ تو پھر اپنے خود ساختہ قانون کے کٹہرے میں حضرت ابوبکر صدیق، عمر ابن عبد العزیز، امام مالک، مجدد الف ثانی، عبد الحق محدث دہلوی، امام احمد رضا خان رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی لا کھڑا کرو۔ تھوڑے بہت اختلافات تو ہوا ہی کرتے ہیں۔ علما میں معاصرانہ چشمک بھی ہمیشہ رہی ہے۔ کیا کسی ہم عصر نے اس کی نوٹس لی؟؟ جنگ صفین و جمل کے واقعات کو صحابہ کرام نے یوں ہی اچھالا تھا...؟؟ حضرت علی و حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین اختلافات کو لوگ یوں منہ کی لذت بنائے پھرتے تھے....؟؟ امام عینی اور امام ابن حجر عسقلانی، مولانا روم اور صدر الدین قونوی اور ابن عربی اور بے شمار ائمہ کے مابین معاصرانہ چشمک کی وجہ سے کسی نے بھی کسی مخصوص طبقہ کی تذلیل کی...؟؟؟ نہیں نا.....! ذہن نشیں رہے۔ شر پسند ایڑی چوٹی کا زور لگا لیں، حضور تاج الشریعہ ارباب علم و دانش کے درمیان یوں ہی چمکتے دمکتے رہیں گے۔ چند ٹمٹماتے چراغ بریلی کے ماہ تاباں کی روشنی کو مدھم نہیں کر سکتے۔ جب انسان کچھ کر نہیں سکتا ان کی فکر بھی منفی ہو جاتی ہے۔ ٹھیک ہے۔۔۔!! اگر سب کچھ غلط ہو رہا ہے تو ناقدین کس وقت کے لیے ہیں۔۔۔!! وہ خود ہی میدان عمل میں آئیں، مَن رَأى منكم مُنكراً فليغيّره بيده الخ پر عمل کر کے دکھائیں۔ یہ تو وہی بات ہوگئی کہ ایک پینٹر نے اپنا شاہکار سر راہ لٹکا دیا اور ایک تختی پر ایک نوٹ لکھا "اغلاط کی نشاندہی کر دیں" صبح ہوتے ہی وہ تختی اغلاط سے بھر گئی تھی۔ اس کی دم چھوٹی ہے، کسی نے کہا "ناک بڑی ہے"، کسی نے "رنگ پھیکا ہے"، کسی نے کہا، کیونس ہی ٹیڑھا ہے وغیرہ وغیرہ۔ پھر پینٹر نے دوبارہ پینٹنگ تیار کی اور اب تختی میں یوں لکھا جو غلطی دیکھے درست کر دیں۔ اب کی بار کسی نے بھی اسے چھیڑنے کی زحمت نہیں کی۔

تعمیر کی جانب صفت سیل رواں چل
وادی یہ ہماری ہے یہ صحرا بھی ہمارا

نوٹ: میرے ان جملوں کو تنقید پر محمول نہ کیا جائے اور نہ ان پر تنقید کی جائے۔

ربط و ضبط

محمد راحت خاں قادری☆

خانقاہ برکاتیہ اور مشائخ بریلی و بدایوں

"......حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی اور حضرت سید غلام محی الدین مارہروی علیہما الرحمہ آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ آپ کے اکلوتے صاحبزادے سیف اللہ المسلول حضرت علامہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمہ آپ کے خلفا میں سے ہیں۔ علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد جب لکھنؤ سے بدایوں آئے تو حضرت والد گرامی چونکہ مارہرہ میں موجود تھے لہٰذا والد محترم اور اچھے میاں کی قدم بوسی کے لئے وہاں حاضر ہوئے۔ اور وہاں اقامت کے دوران ہی حضرت اچھے میاں نے تحصیل علم طب کا حکم دیا دو سال میں اس کی تکمیل کی۔ اور اس کے بعد پوری زندگی خدمت دین میں مصروف رہے۔ ۱۲۸۹ھ میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ خاتم الاسلاف حضرت مولانا سید محمد صادق میاں برکاتی قدس سرہ آپ کے تلامذہ میں سے ہیں......."

مشائخ مارہرہ و بدایوں

تاج الفحول حضرت علامہ عبد القادر ابن سیف اللہ المسلول علامہ فضل رسول ابن حضرت مولانا شاہ عبد المجید عین الحق ابن حضرت مولانا شاہ عبد الحمید بدایونی ابن مولانا محمد سعید ابن مولانا محمد شریف ابن مولانا محمد شفیع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ہوتا ہوا سلسلۂ نسب جامع قرآن حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ علیہ تک پہونچتا ہے۔

حضرت مولانا شاہ عبد الحمید بدایونی آپ ۱۱۵۲ھ میں پیدا ہوئے علم و فضل سے آراستہ تھے زبان میں اتنی تاثیر تھی کہ جس کے لئے دعا فرما دیتے اس کی بگڑی بن جاتی۔ شمس مارہرہ حضرت سیدنا شمس الدین مولانا آل احمد اچھے میاں مارہروی قدس سرہ سے بیعت و خلافت حاصل تھی اور لوگوں کے اصرار کے باوجود آپ نے کسی کو مرید نہیں کیا۔

آپ کے بڑے صاحب زادے حضرت مولانا شاہ عبد المجید عین الحق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۱۷۷ھ میں پیدا ہوئے اور علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد اپنے فطری جذبہ سے شیخ کامل کی تلاش و جستجو میں سفر کا سلسلہ شروع کیا کہیں تشفی حاصل نہ ہو سکی۔ چنانچہ ایک دن سوتے ہوئے قسمت کی معراج ہوئی کہ خواب میں سید المرسلین حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک نورانی تخت پر جلوہ افروز ہیں اور ارد گرد دور تک صحابۂ کرام و اولیائے عظام حلقہ باندھے ہوئے تشریف فرما ہیں۔ انہیں نورانی ہستیوں میں حضور غوث اعظم، حضرت بابا فرید اور حضرت اچھے میاں بھی موجود ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غوث اعظم کی جانب اشارہ فرمایا اور غوث اعظم نے آپ کا ہاتھ حضرت اچھے میاں کے دست مبارک میں دے دیا۔ جب آپ صبح کو بیدار ہوئے تو بصد شوق بارگاہ مرشد حق حضرت اچھے میاں سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ اور شیخ کی عقیدت و محبت میں ایسے سرشار ہوئے کہ ایک لمحہ کے لئے جدائی گوارہ نہ فرماتے جب حکم ہوتا تو گھر آتے اور جلد ہی اہل خانہ کی ضروریات کی تکمیل کر کے واپس ہو جاتے۔

حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی اور حضرت سید غلام محی الدین مارہروی علیہما الرحمہ آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ آپ کے اکلوتے صاحبزادے سیف اللہ المسلول حضرت علامہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمہ آپ کے خلفا میں سے ہیں۔ علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد جب لکھنؤ سے بدایوں آئے تو حضرت والد گرامی چونکہ مارہرہ میں موجود تھے لہٰذا والد محترم اور اچھے میاں کی قدم بوسی کے لئے وہاں حاضر ہوئے۔ اور وہاں اقامت کے دوران ہی حضرت اچھے میاں نے تحصیل علم طب کا حکم دیا دو سال میں اس کی تکمیل کی۔ اور اس کے بعد پوری زندگی خدمت دین میں مصروف رہے۔ ۱۲۸۹ھ میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ خاتم الاسلاف حضرت مولانا سید محمد صادق میاں برکاتی قدس سرہ آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔

سیف اللہ المسلول حضرت علامہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمہ کے

چھوٹے صاحبزادے تاج الفحول محب رسول علامہ عبدالقادر قادری بدایونی کی ولادت ۱۲۵۳ھ میں ہوئی۔ جب علوم عقلیہ ونقلیہ کے امام کامل ہو گئے تو سیف اللہ المسلول نے آپ کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر بیعت فرمایا اور وہ فیوض وبرکات جو آپ کو اپنے والد محترم سے حاصل ہوئے یک لخت آپ کو عنایت فرمادئے۔

(ماخوذ از: تاج الفحول حیات وخدمات)

مشائخ مارہرہ وبریلی

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کی ولادت ۱۲۷۲ھ کو بریلی شریف میں ہوئی۔ ۱۳؍سال ۱۰؍ماہ ۴؍دن کی عمر سے باقاعدہ مسند افتا پر فائز ہو گئے۔ ۱۲۹۴ھ تقریباً ۲۲؍سال کی عمر میں اپنے والد ماجد حضرت مفتی نقی علی خاں صاحب اور تاج الفحول حضرت مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے ساتھ حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی علیہ الرحمہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے، جنہوں نے آپ کو بیعت وخلافت سے مشرف فرمایا، تمام سلاسل طریقت کی اجازت وخلافت کے ساتھ ساتھ مصافحات اربعہ کی اسناد سے بھی نوازا۔ مرشد برحق حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی علیہ الرحمہ نے آپ کے متعلق ارشاد فرمایا:

’’اگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھ سے دریافت فرمائے گا کہ میرے لئے کیا لائے ہو؟ تو مولانا احمد رضا صاحب کو پیش کردوں گا‘‘۔

آپ نے پوری زندگی علم دین کی خدمت اور ایمان کی حفاظت کرنے میں گزاری۔ اور ۱۳۴۰ھ کو وصال فرمایا۔

آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو حضور سید شاہ ابوالحسین نوری میاں مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی اجازت وخلافت کا شرف حاصل تھا۔ دوسرے صاحبزادے مصطفےٰ رضا خاں نوری مفتی اعظم ہند بریلوی علیہ الرحمہ کہ جب آپ کی عمر شریف ۶؍مہینہ تھی تو حضرت سید ابوالحسین احمد نوری مارہروی علیہ الرحمہ نے آپ کو اپنی آغوش مبارک میں لے کر داخل سلسلہ فرمایا اور اپنی مبارک انگلیاں آپ کے منہ میں داخل کیں اور آپ کو تمام سلاسل طریقت کی اجازت وخلافت سے نواز کر والد ماجد سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی سے ارشاد فرمایا: ’’یہ بچہ ولی ہے‘‘ اس کی نگاہوں سے لاکھوں گمراہ انسان دین حق پر قائم ہوں گے۔ یہ فیض کا دریا بہائے گا۔

(ملخصاً ماخوذ از فیضان شجرہ کرضاص: ۱۱۱ تا ۱۳۲)

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی اپنے پیر خانے سے محبت اور تواضع انکساری کا کیا عالم تھا اس کا اندازہ درج ذیل اقتباس سے لگایا جاسکتا ہے:

’’اگرچہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز ایک زمانہ تک براہِ تواضع و انکساری کسی کو بیعت نہیں کرتے تھے لیکن جب حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب مارہروی بریلی تشریف لاتے تو اعلیٰ حضرت سب لوگوں کو انہیں سے بیعت ہونے کے متعلق ہدایت کرتے، اس میں فقط اہل شہر یا دوسرے ہی حضرات کی خصوصیت نہ تھی بلکہ انہوں نے اپنے عزیز واقارب حتیٰ کہ اپنے صاحبزادوں کو بھی حضرت میاں صاحب قبلہ (حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں قدس سرہ) ہی سے بیعت کرا دیا۔ ہاں جب لوگوں کا شوق غالب ہوا اور بعض حضرات نے اصرار کیا کہ مجھے تو حضور ہی سے اعتقاد ہے، میں تو حضور ہی کا مرید ہوں گا، اور حضرت میاں صاحب نے بھی بہت مجبور کیا کہ جب حضرت پیر ومرشد نے اجازت وخلافت عطا فرمائی ہے تو اس کا مقصد یہی ہے کہ آپ سلسلے کو پھیلائیں اور لوگوں کو سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں منسلک کریں، اس وقت سے اعلیٰ حضرت نے مجبوراً بیعت لینی شروع کی۔

(حیات اعلیٰ حضرت جلد دوم ص: ۲۸۴، ۲۸۵)

حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں قدس سرہ سے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی محبت کا اندازہ کرنا ہو تو اس قصیدے کو دیکھئے کہ جس کو آپ نے اردو زبان میں ۱۳۱۵ھ میں تحریر فرمایا اور اس کا تاریخی نام ’’مشرقستان قدس‘‘ رکھا اس کا مطلع یہ ہے:

ماہ سیما ہے احمد نوری　　　مہر جلوہ ہے احمد نوری

مقطع یوں ہے:

کیوں رضا تم ملول ہوتے ہو　　　ہاں تمہارا ہے احمد نوری

آج کے اس بے راہ روی کے دور میں دنیا سے علم وعلما رخصت ہو رہے ہیں کم علم یا علم کا صحیح استعمال نہ کرنے والے، اور وہ افراد جو کہ کسی خانقاہ سے متعلق ہیں ان میں کچھ لوگ تو ایسے ہوتے ہیں کہ جن کو علم سے کوئی شغف نہیں اس کے باوجود وہ اپنے آپ کو وقت کا سب سے بڑا مفتی، سب سے بڑا عالم اور سب سے بڑا محدث ومحقق سمجھتے ہیں اور اجلہ علمائے کرام کی تحقیر وتذلیل ان کا پیشہ ہو گیا ہے۔ کچھ اہل علم بھی ایسے ہیں کہ جن کو اگر تھوڑا کچھ آ گیا یا کسی یونیورسٹی سے کوئی سند ہاتھ لگ گئی تو وہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تحقیقات پر انگلیاں اٹھانے لگے کوئی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی ذکر کردہ احادیث کو ضعیف وموضوع ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے تو کوئی ان کے بیان کردہ مسائل سے جدید تحقیقات کے نام پر انحراف کرتا ہے۔

حضرت تاج العلما مارہروی قدس سرہ کی ذات ان کے لئے نشان راہ منزل کا درجہ رکھتی ہے کہ آپ اپنے وقت کے ایک بہت بڑے عالم، بلند رتبہ مفتی، عظیم محدث اور زبردست مفسر ہونے کے ساتھ کثیر المطالعہ بزرگ تھے۔ حافظہ قوی تھا، نہایت ذہین وفطین، نکتہ رس اور طباع تھے، جو کچھ پڑھتے محفوظ رکھتے تھے۔ اس کے باوجود اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے اس قدر متاثر تھے

کہ آپ سے کچھ پڑھا بھی نہیں تھا پھر بھی انہیں اپنا استاذ ہی سمجھتے تھے۔

تحریر فرماتے ہیں:

اور فقیر کو اگرچہ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا صاحب بریلوی قدس سرہ سے تلمذ رسمی حاصل نہیں، مگر فقیر ان کو اپنے اکثر اساتذہ سے بہتر و برتر اپنا استاذ جانتا ہے۔ ان کی تقریرات وتحریرات سے فقیر کو بہت کثیر فوائد دینی وعلمی حاصل ہوئے، اور چوں کہ تحریر وتقریر میں ان کا طریقہ بے لوث اور مواخذات صوری ومعنوی وشرعی وعرفی سے منزہ مبرا ثابت محقق ہوا۔ لہٰذا فقیر بھی تا بہ وسعت ان کے طریقہ کا اتباع کرنا پسند کرتا ہے۔

(تاریخ خاندان برکات ص:۴۲)

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ سے حضور تاج العلما علیہ الرحمہ کو کیسا قلبی لگاؤ تھا اس کا اندازہ ان کی لکھی ہوئی منقبت کے ان اشعار سے لگایا جاسکتا ہے:

۱۔ شمع بزم اولیا احمد رضا — نور چشم اتقیا احمد رضا
۲۔ دین احمد کا مجدد بالیقین — سچا عبد المصطفےٰ احمد رضا
۳۔ صدر بزم عالمان دین حق — کاملوں کا پیشوا احمد رضا
۴۔ غرق بحر شرع از سرتا بپا — حب احمد میں فنا احمد رضا
۵۔ تیری الفت میرے مرشد نے مجھے — دی ہے گھٹی میں پلا احمد رضا
۶۔ مجھ پہ بے حد تھا ترا لطف وکرم — ہے بھی اور ہو بھی سدا احمد رضا
۷۔ لاکھ حاسد کچھ بکیں لیکن فقیر — تیرا تیرا ہے ترا احمد رضا

مشائخ مارہرہ مقدسہ اور عرس رضوی

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ سے مشائخ مارہرہ مقدسہ کتنی عقیدت ومحبت فرماتے تھے اس کا اندازہ درج ذیل اقتباس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ وہ حضور سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا قل شریف درگاہ معلی برکاتیہ مارہرہ مقدسہ میں منعقد کیا کرتے تھے۔

" یکشنبہ ۲۵ رصفر کو بعد نماز فجر ختم قرآن مجید درگاہ معلی برکاتیہ میں کرا کر اندرون روضۂ مبارکہ حضور صاحب البرکات قدس سرہ مجلس قل شریف اعلیٰ حضرت امام اہلسنت قدس سرہ منعقد ہوئی۔ برخوردار نور الابصار مولوی حافظ قاری سید آل مصطفےٰ سلمہ اللہ تعالیٰ نے بیان میلاد مبارک معہ قیام وسلام شریف کیا، اور نعت شریف پڑھی گئی، اور بعد پنج آیت شریف وشجرۂ مبارکہ شیرینی پر نیاز ہوکر وہ تقسیم ہوئی۔ فقیر (تاج العلما) نے خاص طور پر سورت یٰسین شریف ودیگر آیات مبارکہ وکلمۂ طیبہ ودرود شریف وادعیۂ مبارکہ کے ثواب کی نظر پیش کی۔ اس قل شریف کے بعد سب مہمانان عرس شریف اپنے اپنے مقامات کے لئے رخصت ہوگئے۔ اور بفضلہ تعالیٰ عرس شریف بخیر وبرکت وعافیت تمام ہوا۔ دوران عرس شریف میں فتاویٰ اہل السنن، مختصر روداد جماعت شرعی فرمان، برکاتی پیغام وبعض دیگر رسائل منجانب عرس شریف وجماعت اہل سنت مارہرہ حاضرین ومہمانان عرس شریف مقامی وبیرونی میں بلا قیمت بنظر ثواب وتبلیغ دین وسنت تقسیم ہوئے۔ اور بیرونجات (باہری لوگوں) کو لیجا کر تقسیم کرنے کے لئے دیئے گئے۔ اللہ عز وجل کریم ورحیم عم نوالہ اس باخیر وبرکت اجتماع اہلسنت وبرادران قادریت وبرکاتیت کو روز افزوں ترقی خیر وبرکت وخلوص وللّٰہیت کامیابی وبامرادی کے ساتھ ہمیشہ قائم رکھے اور فقیر کو زندگی بھر اس خدمت کی بخلوص وللّٰہیت توفیق دے اور سعادت بخشے اور جمیع کارکنان ومفادنان عرس شریف کو جو اس فقیر بے مایہ کے دامے، درمے، قدمے، سخنے کسی طرح بھی معین ومددگار محض بوجہ اللہ تعالیٰ ہوتے ہیں دارین میں بہترین جزائے خیر دے۔ آمین بجاہ النبی الامین المکین علیہ الصلاۃ والسلام وعلی آلہ واصحابہ وعلینا لھم ومعھم برحمتك یا ارحم الراحمین۔ "

(اہلسنت کی آواز جلد دوم حصہ ۱۰، ۱۱)

مشائخ بدایوں وبریلی:

نہ تو مجھ سے جدا نہ میں تجھ سے — میں تیرا تو میرا محب رسول

"۔۔۔۔۔۔آیة من آیات رب العالمین، معجزة من معجزات سید المرسلین، مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی اور تاج الفحول محب رسول علامہ عبد القادر بدایونی قدس سرھما کے درمیان الفت ومحبت، اور فکری ہم آہنگی ایسی تھی جوکہ بعد والوں کے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ کہ جس کا سبب حمایت دین متین کے علاوہ کچھ اور نہ تھا۔ ابوالقاسم سید شاہ اسمٰعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ "جس طرح مولانا احمد رضا خاں صاحب مولانا عبد القادر کی عزت کرتے اسی طرح مولانا عبد القادر ان سے محبت کرتے ان کی خاطر داری فرماتے ان کی حمایت کے ہر موقع پر کوشاں رہتے۔ بدایوں سے مفضلہ کے گروہ کی بغرض مناظرہ ومباحثہ بریلی جانے کی خبر مسموع ہوئی مولانا عبد القادر صاحب نے فوراً بریلی جانے کے لئے سامان درست فرمالیا مگر روانگی سے قبل معلوم ہوگیا کہ وہ گروہ تاب مقابلہ نہ لا کر بھاگ آیا۔ اس لئے ارادۂ سفر ملتوی فرمادیا۔۔۔۔۔"

غلطی کی تر مرا کیسا تومن ومن تومحب رسول

(چراغ انس ص: ۳۳)

آیۃ من آیات رب العالمین، معجزۃ من معجزات سید المرسلین، مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی اور تاج الفحول محب رسول علامہ عبد القادر بدایونی قدس سرہما کے درمیان الفت ومحبت، اور فکری ہم آہنگی ایسی تھی جو کہ بعد والوں کے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ کہ جس کا سبب حمایت دین متین کے علاوہ کچھ اور نہ تھا۔ ابوالقاسم سید شاہ اسمٰعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ ''جس طرح مولانا احمد رضا خاں صاحب مولانا عبدالقادر کی عزت کرتے اسی طرح مولانا عبدالقادر ان سے محبت کرتے ان کی خاطر داری فرماتے ان کی حمایت کے ہر موقع پر کوشاں رہتے۔ بدایوں سے مفضلہ کے گروہ کی بغرض مناظرہ ومباحثہ بریلی جانے کی خبر مسموع ہوئی مولانا عبدالقادر صاحب نے فوراً بریلی جانے کے لئے سامان درست فرمالیا مگر روانگی سے قبل معلوم ہوگیا کہ وہ گروہ تاب مقابلہ نہ لاکر بھاگ آیا۔ اس لئے ارادۂ سفر ملتوی فرمادیا۔

(حیات اعلیٰ حضرت ص: ۱۹۷)

علم وعمل، تقویٰ وطہارت، حق گوئی وبے باکی اور خدمت دین متین کی وجہ حضرت تاج الفحول علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت کے صرف مداح ہی نہیں بلکہ عاشق صادق اور محب ومخلص تھے۔ ملک العلما علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ''جتنے اہل سنت ہیں سب اعلیٰ حضرت کے مداح بلکہ عاشق صادق، محب مخلص ہیں۔ ان سب میں بالخصوص یہ چند حضرات: حضرت سید شاہ ابوالحسین نوری میاں صاحب مارہروی علیہ الرحمہ، حضرت سیدنا شاہ اسمٰعیل حسن میاں مارہروی علیہ الرحمہ، حضرت تاج الفحول محب رسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی علیہ الرحمہ''۔

(حیات اعلیٰ حضرت جلد اول ص: ۶۳)

تاج الفحول کے مبارک خطاب سے محب رسول قادری کو اعلیٰ حضرت نے یاد فرمایا آپ ارشاد فرماتے ہیں:

چودھویں صدی کے علما میں باعتبار دین ونصرت سنت نیز بلحاظ تفقہ حضرت مولانا مولوی عبدالقادر صاحب بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا پایا اکثر معاصرین سے ارفع تھا۔ ایام ندوہ میں اور اس کے بعد جب فقیر نے سرگرم حامیان دین کے خطاب تجویز کئے۔ حضرت بدایونی قدس سرہ کو تاج الفحول سے تعبیر کیا جو آج تک ان کے اخلاف میں مقول ومقبول ہے۔ اور بیشک باعتبارات مذکورہ وہ اس کے اہل تھے۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص: ۳۶۶،۳۶۷)

اعلیٰ حضرت کے والد ماجد امام المتکلمین حضرت علامہ نقی علی قدس

سرہ بھی تاج الفحول محب الرسول علامہ شاہ عبدالقادر بدایونی قدس سرہ پر حد درجہ اعتماد فرماتے تھے حتی کے آپ نے بیعت کے لیے شیخ کا انتخاب انہیں کے اعتماد پر کیا جیسا کہ اقتباس سے ظاہر ہے:

''آپ امر بیعت میں مجھ پر اعتماد رکھتے ہیں تو جس جگہ مناسب جان کریں آپ کو بیعت کرادوں وہاں منظور کر لیجئے'' (حیات اعلیٰ حضرت جلد دوم ص: ۲۹۰)

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مارہرہ مطہرہ سے بیعت ہونا حضرت علامہ تاج الفحول قدس سرہ کے لئے کتنا خوشی کا باعث تھا اس کا اندازہ اس اقتباس سے لگایا جاسکتا ہے:

''مولانا احمد رضا خاں صاحب کا حضرت سے بیعت ہو جانا ان کے لیے بھی اچھا ہوا اور میرے لیے بھی اچھا ہوا''۔ (حیات اعلیٰ حضرت جلد دوم ص: ۲۹۱)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ بھی تاج الفحول محب الرسول علامہ شاہ عبدالقادر بدایونی قدس سرہ سے حد درجہ محبت فرماتے تھے جس کی واضح دلیل آپ کے وہ قصائد ہیں جو آپ نے سیف اللہ المسلول قدس سرہ کی مدح میں تحریر فرمائے۔

ان میں سے پہلا قصیدہ اردو زبان میں ہے جو آپ نے ۱۳۱۵ھ میں تحریر فرمایا جس کا تاریخی نام ''چراغ انس'' ۱۳۱۵ھ رکھا اس کا مطلع یہ ہے:

اے امام الہدیٰ محب رسول
دین کے مقتدیٰ محب رسول

دوسرے دو قصیدے عربی زبان میں ہیں جن کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے سیف اللہ المسلول قدس سرہ کے عرس منعقدہ ۱۳۰۰ھ میں پیش فرمایا تھا ان دونوں قصیدوں میں آپ نے سیف اللہ المسلول قدس سرہ سے غایت درجہ الفت ومحبت کا اظہار فرمانے کے ساتھ ساتھ ان کے فضل کمال کو بیان کیا ہے۔ ان قصائد میں پہلا قصیدہ نونیہ ہے جس کا تاریخی نام ''مدائح فضل الرسول'' ہے اس کے اشعار کی تعداد ۲۴۳ ہے۔ دوسرا قصیدہ دالیہ ہے اس کا تاریخی نام ''حمائد فضل الرسول'' ہے یہ ۷۰ اشعار پر مشتمل ہے۔ مجموعی تعداد ۳۱۳ ہوتی ہے یہ تعداد بھی اصحاب بدر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی نسبت سے رکھی گئی ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے مقدمہ میں ذکر فرمایا ہے۔

محمد رحمت اللہ صدیقی (مدیر اعلیٰ پیغام رضا ممبئی)

امتیازات امام احمد رضا

"......اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کے امتیازات کی اگر فہرست تیار کی جائے تو خود ایک کتاب تیار ہو جائے۔ مفتیانِ کرام اور فقہائے اسلام سے ہماری اسلامی تاریخ کا ہر ورق اور ہر باب روشن ہے۔ اسلامی عدالت میں ایک مفتی کی حیثیت ایک ماہر وکیل، ایک مدبّر جج اور ایک چیف جسٹس کی ہوتی ہے۔ ایک مفتی اور قاضی کے فیصلے کے سامنے بادشاہ وقت اور حکومت وقت کو بھی سپر ڈال دینا پڑتا ہے۔ مفتیانِ کرام اور فقہائے اسلام کی تاریخ کے مطالعہ سے اس بات کا پتہ ملتا ہے کہ ان میں بعض علاقائی سطح پر پہچانے گئے، بعض صوبائی سطح پر پہچانے گئے اور بعض عالمی سطح پر پہچانے گئے۔ ان......"

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ (۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ئ) اپنے زمانے میں بہت بڑی شخصیت کے مالک تھے۔ ربّ کائنات نے انھیں اپنے خصوصی کرم سے بہت بڑا بنایا تھا۔ اتنا بڑا کہ آپ کے عہد میں پورے عالمِ اسلام میں کوئی آپ سے بڑا نہ تھا اور کسی ایک فن میں آپ کو بڑا نہ بنایا تھا بلکہ دنیا میں اس زمانے میں جتنے علوم وفنون رائج تھے ان تمام علوم وفنون میں آپ کو امارت حاصل تھی۔ بلکہ آپ کی سیرت کے مطالعہ سے اس بات کی شہادت ملتی ہے کہ کچھ فنون ایسے بھی تھے جن کے آپ خود موجد تھے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جن فنون میں آپ کو کمال حاصل تھا ان تمام فنون میں آپ کی تالیفات وتصنیفات ملتی ہیں۔ ایک دانشور نے راقم سے ایک ملاقات میں فرمایا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کی ذات میں جن علوم وفنون کے دریا موجزن تھے آپ کے نعتیہ دیوان "حدائق بخشش" میں وہ تمام علوم وفنون پائے جاتے ہیں۔ لیکن اس چیز کا عرفان اسی کو حاصل ہو سکتا ہے جس کا علم بھی وسیع ہو اور مطالعہ بھی۔ جبکہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کی تالیفات وتصنیفات کو صحیح طور پر سمجھنے والوں کا حلقہ دن بہ دن سمٹتا جا رہا ہے۔ کسی کو مظہرِ علوم اعلیٰ حضرت لکھ دینا آسان ہے، اسے ثابت کرنا بہت مشکل ہے۔ ہمارے یہاں القاب وآداب اتنے ارزاں ہو گئے ہیں کہ کوئی بھی کسی کے بارے میں کچھ بھی لکھ دیتا ہے۔ جماعت اہلسنّت میں ماہرین علوم وفنون کی کمی نہ کل تھی، نہ آج ہے۔ کسی کا کسی فن میں ماہر ہونا الگ بات ہے۔ لیکن مظہرِ علوم اعلیٰ حضرت ہونا یہ زمین کو آسمان سے ملانے جیسی بات ہے۔ جماعتی شخصیات کا تعارف ہو اور بڑے پیمانے پر ہو لیکن تعارف میں واقعیت ہو، سچائی ہو۔

یونہی آج جو جسکو چاہ رہے ہیں اعلحضرت لکھ دیتے ہیں۔ حالانکہ سب جانتے ہیں کہ اعلحضرت بولتے ہی ذہن فوراً بریلی شریف پہنچ جاتا ہے۔ امام احمد رضا یاد آ جاتے ہیں۔ اعلحضرت چاہے کسی کو کہا یا لکھا جائے یاد احمد رضا آتے ہیں۔ لغت میں الفاظ والقاب کی کمی نہیں ہے۔ جو لفظ یا لقب جس کے نام کا حصہ ہو بلکہ لقب بن چکا ہو وہ کسی اور کیلئے دانستہ یا نادانستہ استعمال کرنا یہ کہاں کی دیانت داری ہے۔ اس طرح تو غیر ارادی طور پر امام احمد رضا ہی کا تعارف ہو رہا ہے۔ اور اگر خدانہ کرے دل میں یہ ارادہ ہیکہ "لفظ اعلحضرت" دوسروں کیلئے اتنا استعمال کرو کہ مولانا احمد رضا کیلئے ہلکا ہو جائے تو یاد رکھ لیں چڑھتے سورج کی طرح ان کی عظمت کی روشنی بڑھتی جا رہی ہے۔ یہ تو مدنی عطیہ ہے۔ نبوی فیضان ہے۔ اسے کون گھٹا سکتا ہے۔ اسد اقبال نے اسی پس منظر میں بڑا حقیقت افروز خیال پیش کیا ہے

تمہارے ماتھے پہ کیوں شکن ہے جو کہہ رہا ہوں میں اعلحضرت
میرے رضا کو جو اعلحضرت بنا رہا ہے میرا نبی ہے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کثیر الجہات شخصیت کے مالک تھے۔ جس طرح سمندر میں مچھلیاں ہوتی ہیں اور بہت ہوتی ہیں، ان کی تعداد اور قسمیں بتانا بہت مشکل ہے، بلکہ ناممکن ہے۔ کوئی ماہر سے ماہر ملّاح بھی اب تک سمندر کی مچھلیوں کی قسموں کا تعین نہیں کر سکا

ہے۔ ماہرین مچھلیات بھی اس سے عاجز ہیں۔ اسی طرح آپ کی حیات کی جہتوں کا اب تک تعین نہیں ہو سکا ہے۔ ماہرین، محققین اور مدبرین آپ کی حیات کی جہتوں کی فہرست بناتے ہیں۔ جب ان کے مطالعہ میں مزید وسعت آتی ہے، تو ان کی اپنی بنائی ہوئی فہرست ان سے نظر ثانی کا مطالبہ کرتی ہے۔ اس طرح وہ فہرست خود ان کی نگاہ میں مشکوک ہو جاتی ہے۔ ہر آنے والا وقت آپ کی حیات کی نئی تب وتاب لے کے آتا ہے۔ کسی نے آج تک آسمان کو زمین پر اُترتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ماہرین اور محققین بتاتے ہیں کہ اگر کسی کے دل میں آسمان کو زمین پر دیکھنے کی خواہش ہو تو وہ اعلیٰ حضرت کی شخصیت کو دیکھ لے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کی تالیفات و تصنیفات کا ایک معتد بہ حصہ غیر مطبوعہ شکل میں اب بھی الماریوں کی زینت ہے۔ ابھی سال دو سال قبل کی بات ہے کہ ان کی تالیفات و تصنیفات کے کچھ غیر مطبوعہ نسخے دستیاب ہوئے ہیں۔ دستیاب شدہ نسخوں میں سے ایک کتاب رضا اکیڈمی ممبئی کے پلیٹ فارم سے ''اکسیر اعظم'' کے نام سے منظر عام پر آئی ہے۔ یہ کتاب آج سے ایک سوتیس ۱۳۰/ سال قبل لکھی گئی تھی اور فارسی زبان میں ہے۔ محبوب سبحانی قندیل عرفانی اور آقائی ومولائی حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں ہے۔ عشاقِ غوثِ اعظم کے لیے یہ کتاب یقیناً اکسیر اعظم ہے۔ ڈھیر ڈھیرے اعلیٰ حضرت کے غیر مطبوعہ علمی وفنی شہ پارے زیور اشاعت سے آراستہ ہو رہے ہیں۔ اور ان شاء اللہ ان کی ساری تصنیفات دیر یا سویر منظر عام پر آ کر رہیں گی۔ چونکہ انہوں نے جو کچھ لکھا ہے اس کا اولین مقصد رضائے الٰہی ومحبت رسالت پناہی تھا۔ ان کی کتب کی تعداد ایک ہزار بتائی جاتی ہے۔ اور فراوانی اور اک یہ ہیکہ ان ہزاروں کتابوں میں پھیلی باتیں کہیں کسی سے متصادم اور مزاحم نہیں ہیں۔ جو ایک بار لکھ دیا ۳۵، ۴۰ برسوں کے بعد پھر وہی سوال آیا تو وہی لکھا جو پہلے لکھا تھا۔ یہ ہے تفقہ اور تحقیق، یہ خامی کثیر التصانیف بننے کا شوق رکھنے والے بہت سے مصنفین کے یہاں ہمیں نظر آتی ہے کہ دوسری بار میں وہ بھول جاتے ہیں کہ پہلے کیا لکھا تھا۔ اس طرح خود انکی تحریر، اپنی تحریر سے ٹکرا رہی ہے۔ اور کشمکش میں قارئین پڑے رہتے ہیں۔ اور اعلحضرت نے صرف کتابوں کا انبار نہیں لگایا، قطار نہیں کھڑی کی، بلکہ جو لکھا کتاب وحکمت کا مقصود ومطلوب لکھا۔ جو لکھا دلائل سے مزین لکھا۔ ہم مانتے ہیں کہ تقریبا ہزار کتابوں کا مصنف ہونا بھی کچھ کمال کی بات نہیں ہے، مگر کمال بالائے کمال یہ ہیکہ تحریر میں جھول نہ ہو، دلائل میں نقص نہ ہو، پیشکش میں کمزوری نہ ہو، مضمون میں انقباض نہ ہو۔ اس خوبی نے امام احمد رضا کو آفاقی شخصیتوں میں مفتخر اور ممتاز کیا ہے۔ ان کی بہت سی کتابیں دیمک کی نذر ہو گئیں، کچھ غائب اور کچھ مفقود الخبر ہو گئیں، تب بھی یہ تعداد ہزار تک پہنچتی ہے۔ خود لکھتے ہیں فقیر کے چار نعتیہ بیاض گم ہو چکے ہیں لیکن فقیر کو اس کا غم نہیں ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ فتاویٰ رضویہ کی بھی ایک جلد غائب ہوئی ہے۔ آپ کی کتب سیرت کے مطالعہ سے اس بات کا بھی علم ہوتا ہے کہ آپ کے ابتدائی پانچ سات سالوں کے فتاووں کے جمع کرنے کا اہتمام نہیں کیا گیا۔ اگر اہتمام ہوتا تو فتاویٰ رضویہ کی جلدوں کی تعداد بیس سے بھی زائد ہوتی۔ فتاویٰ رضویہ فقہی معلومات کا ایک ایسا بیش بہا خزانہ ہے جس کی مثال دور دور تک نظر نہیں آتی۔ محققین علما، فقہا اور محدثین نے فتاویٰ رضویہ کو فقہ کا انسائیکلو پیڈیا کہا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کے امتیازات کی اگر فہرست تیار کی جائے تو خود ایک کتاب تیار ہو جائے۔ مفتیانِ کرام اور فقہائے اسلام سے ہماری اسلامی تاریخ کا ہر ورق اور ہر باب روشن ہے۔ اسلامی عدالت میں ایک مفتی کی حیثیت ایک ماہر وکیل، ایک مدبر جج اور ایک چیف جسٹس کی ہوتی ہے۔ ایک مفتی اور قاضی کے فیصلے کے سامنے بادشاہ وقت اور حکومت وقت کو بھی سپر ڈال دینا پڑتا ہے۔ مفتیانِ کرام اور فقہائے اسلام کی تاریخ کے مطالعہ سے اس بات کا پتہ ملتا ہے کہ ان میں بعض علاقائی سطح پر پہچانے گئے، بعض صوبائی سطح پر پہچانے گئے اور بعض عالمی سطح پر پہچانے گئے۔ ان میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کئی جہتوں سے ممتاز نظر آتے ہیں۔ آپ کے زمانے میں کئی عالمی مسائل تھے۔ جن کا حل قوم وملت شدت سے ڈھونڈ رہی تھی۔ آپ کے عہد کے فقہاء ان مسائل کا اطمینان بخش حل پیش کرنے میں کامیاب نہیں ہو پا رہے تھے۔ جیسے کرنسی نوٹ کا مسئلہ، منی آرڈر کا مسئلہ، علم غیب رسالت کا مسئلہ، قرآن افضل ہے یا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات پاک افضل ہے۔ سائنس دانوں کی بعض تھیوریاں بھی مسلمانوں کو پریشان کیے ہوئی تھیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ نے مذکورہ تمام مسائل کا اتنا سنجیدہ اور دلائل و براہین سے مزین حل پیش فرمایا کہ فقہائے وقت کی پیشانیاں مسرت سے چمک اٹھیں اور قوم وملت کی اُلجھنیں بھی جاتی رہیں۔ مذکورہ مسائل پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کی باضابطہ عربی زبان میں کتب موجود ہیں، جو عربی، اردو میں بار بار زیور اشاعت سے آراستہ بھی ہو چکی ہیں۔ ان عالمی مسائل کا تفصیلی حل ان کتب میں دیکھا جا سکتا ہے۔

ہمارے ایک دوست جو اتفاق سے صف علماء میں بھی شامل ہیں، صفِ شعراء میں بھی ان کا نام آتا ہے اور ناقدین زبان وادب میں بھی شامل ہیں۔ اچھی فکر، اچھا شعور اور اچھی صلاحیتوں کے بھی مالک ہیں۔ انہوں نے

ایک رسالے میں جولکھا ہے اس کے من وعن الفاظ تو میرے ذہن کے حاشیے میں محفوظ نہیں ہیں۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کی شخصیت اور فن کو بھی تنقید کے دائرے میں لانے کی ضرورت ہے۔ لیکن ان کی یہ اپنی سوچ ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کی ذات سے انھیں بے پناہ محبت بھی ہے اور ان کی شخصیت کے حوالے سے وہ مصروفِ عمل بھی ہیں۔ انہوں نے بھی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کی شخصیت ہی پر پی ایچ ڈی کی ڈگری بھی حاصل ہے۔ اور اتفاق یہ ہے کہ ان کا مقالہ بھی تنقید ہی کے حوالے سے ہے۔ یہاں اختصار کے ساتھ یہ بتادوں کہ تنقید اسی فن پارے پر ہوتی ہے، جو شعور میں آئے لیکن جو فن پارہ ناقدین کے فکر وشعور کو روندتا ہوا گذر جائے اس فن پارے پر تنقید کیسے ہوسکتی ہے۔ ناقدین کی صف میں ایک بھی ناقد ہمیں ایسا نظر نہیں آتا جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کے کسی فن پارے کو مکمل طور پر سمجھنے کا دعویٰ کر سکے۔ آپ کی شخصیت سے وابستہ ہر گوشہ ناقدین کی دسترس سے باہر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ کے کسی فن پارے پر تنقید کی بات آتی ہے تو ناقدین یہ کہتے ہوئے گذر جاتے ہیں کہ

جس کو ہو جان و دل عزیز تیری گلی میں جائے کیوں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کے نام پر قلم کو بال و پر مل جاتے ہیں۔ ان کے علمی، فکری اور لسانی فن پاروں کی بات جب چلتی ہے تو قلم رُکنے کا نام ہی نہیں لیتا ہے۔ ان کے علوم وفنون کی قندیلیں ستاروں کے مثل پھیلی ہوئی ہیں۔ ان سب کو سمیٹنا آج کے کسی انسان کے بس کا روگ نہیں ہے۔ جو ہو رہا ہے اور جو کر رہا ہے وہ اپنی صلاحیتوں کی روشنی میں کر رہا ہے اور لائق مبارک باد ہے کہ اس کا رشتہ اعلیٰ حضرت سے جڑا ہوا ہے۔ ہماری اسلامی تاریخ میں مصلحین اُمت کے علمی، فنی اور لسانی شہ پاروں سے اسلام کی پیشانی چمک دمک رہی ہے۔ ان علمی شہ پاروں پر ہر خطے میں محققین کی جماعت اپنے اپنے طور پر کام بھی کر رہی ہے۔ ان کی تحقیق سیرت وسوانح کی شکل میں، مقالوں کی شکل میں اور رسالوں کی شکل میں منظر عام پر آبھی رہی ہے۔ اور پھیل بھی رہی ہے مگر میری نظر میں مصلحین اُمت کی پوری تاریخ میں کوئی ایسا مصلح نہیں جس کی شخصیت پر ۱۰۰۰ کی تعداد میں کتب و رسائل آئے ہوں۔ یہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کا امتیاز ہے کہ آپ کی حیات وخدمات کے حوالے سے اب تک بارہ سو سے زائد کتب ورسائل منظر عام پر آچکے ہیں۔ میری معلومات کے مطابق یہ ایک ایسا عالمی ریکارڈ ہے جسے چیلنج کرنا سورج پر کمند ڈالنے یا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ بلکہ سنجیدگی سے تحقیق کی جائے تو اس تعداد میں اضافہ بھی ہوسکتا ہے۔

(**صفحہ ۴۸ کا بقیہ**) جو شخص اس کے خلاف معنی لیتا ہے۔ یعنی کہتا ہے کہ کھانے پینے اور نکاح سے حقیقت میں کھانا پینا اور ہم بستری کرنا مراد نہیں بلکہ اس وہ لذت مراد ہے جو کھانے پینے اور ہم بستری کرنے سے حاصل ہوتی ہے تو وہ شخص بلا وجہ آیت کے ظاہری معنی کو چھوڑ کر ایک دوسرے اور دور از کار معنی پیدا کر رہا ہے۔ جبکہ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" (سیرت حلبیہ اردو، جلد ۴،ص ۳۹) اس عبارت میں لذت جماع کی تصریح موجود ہے۔ چنانچہ سرفراز صفدر صاحب بھی تمام لذتوں کے جواز کے قائل ہیں چنانچہ لکھتے ہیں۔ "آپ ﷺ تمام لذتوں اور عبادتوں سے متمتع ہیں" (تسکین الصدور، ۲۴۸) ان تمام لذتوں سے کون کون سی لذتیں مراد ہیں؟ صفدر صاحب اس کی تشریح کر سکیں گے؟ کیونکہ یہاں لفظ "تمام" کا استعمال ہوا ہے۔ صفدر صاحب کے پاس کسی لذت کی انکار کی گنجائش نہیں کیونکہ کسی ایک لذت کے انکار سے اپنے ہی عبارت میں ترمیم کرنی پڑے گی اور لفظ "تمام" کو ہٹانا پڑے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ محض خیال وسوچ میں لذت نہیں ہوگی بلکہ حقیقی لذت دنیا نصیب ہوگی۔ شہداء کو عالم برزخ میں لذت جماع میسر ہوتی ہے۔ چنانچہ محمد اسلم قاسمی صاحب سیرت حلبیہ کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "واضح رہے کہ شہداء کو رزق پہنچائے جانے یعنی انکے کھانے پینے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ ہم بستری بھی کرتے ہیں کیونکہ ہم بستری سے بھی لذت حاصل ہوتی ہے جیسے کھانے اور پینے سے لذت ملتی ہے"۔ (سیرت حلبیہ اردو ،جلد ۴ ،ص ۳۹) یہ حوالے خالد محمود مانچسٹروی اور مفتی زرولی صاحب اور دوسرے ان حضرات کیلئے لمحہ فکریہ ہے جو اعلیٰ حضرت امام مجدد قدس سرہ کے ملفوظ پر تہمت کا الزام لگا رہے ہیں۔ یہ حضرات یا تو سلف وصالحین اور اپنے اکابر کے کتب سے ناواقف ہیں یا عداوت میں اتنے آگے نکل چکے ہیں کہ سلف و صالحین و علماء اہلسنت حتیٰ کہ اپنے اکابر کے بھی باغی ہو گئے ہیں۔ سیرت حلبیہ کا ترجمہ بانی دارالعلوم دیوبند قاسم نانوتوی صاحب کے پوتے قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی زیر سرپرستی میں قاری طیب صاحب کے صاحبزادے محمد اسلم قاسمی فاضل دیوبند نے ہی کیا ہے۔ جس عبارت پر مفتی زرولی صاحب تہمت کا الزام لگا کر امام مجدد اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو قصوروار ٹھہرا رہے ہیں۔ ملفوظِ اعلیٰ حضرت کے عبارت میں تو صرف شب باشی کے الفاظ ہیں جن کا مطلب ومعنی ہیں ہم بستری کے ہے ہی نہیں۔ علماء دیوبند اور لغت کی کتابوں سے واضح کردیا گیا ہے۔ مگر قاری طیب صاحب کے صاحبزادے نے تو صریحاً ہم بستری کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اس پر زرولی خان صاحب کیوں خاموش ہیں اور قاری طیب صاحب کو کیوں کٹہرے میں نہیں لاتے جو ان عبارات کی سرپرستی فرما رہے ہیں۔

ابوالھمام محمد اشتیاق فاروقی مجددی

ملفوظات اعلیٰ حضرت پر اعتراض

اور علماء دیوبند کی کتابوں سے جوابات

امام مجدد اعلیٰ حضرت کے علمی جواہرات اور عقائد ونظریات کی حقانیت اس طرح روشن ہیں کہ مخالفین بھی آپ کے سامنے سر جھکائے اور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوئے ہیں۔ اکابر دیوبند بھی آپ کے نظریات اور اور عقائد کے مقلد نظر آرہے ہیں۔ مگر کچھ ایسے دیوبندی حضرات بھی ہیں جو اپنے اکابر کے باغی ہوکر ان نظریات اور عقائد کو جھٹلا کر اپنے ہی اکابر کو کٹہرے میں لاکر ان پر گمراہی کے فتوے دینے لگے ہیں۔ یعنی علماء دیوبند کے بعض فیض یافتہ حضرات اہلسنت حنفی مکتبہ فکر پر ایک الزام لگاتے آرہے ہیں کہ امام اعلیٰ حضرت مجدد احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ نے اپنے ملفوظات میں حضور ﷺ کیلئے روضہ اطہر میں ''شب باشی'' کے الفاظ استعمال کئے ہیں جو صحیح نہیں ہیں۔ یہ اعتراض کئی حضرات اپنے تصانیف میں کر چکے ہیں۔ اور علماء اہلسنت نے کئی بار اس کا جواب دیا ہے۔ یہاں فقیر (فاروقی) علماء دیوبند کے ہی مصدقہ تصانیف وتراجم سے شب باشی پر تحقیق پیش کرتا ہے جو مخالفین کیلئے لمحہ فکریہ ہے۔۔اس وقت میرے سامنے جامعہ عربیہ احسن العلوم کراچی کے شیخ مفتی زرولی خان صاحب کا کتابچہ بنام ''تعارف بریلویت'' موجود ہے۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں (انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں) ملفوظات حصہ سوم سطر ۱۴، ۱۵ غور فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ کے پاک پیغمبروں پر اور ان کی پاک بیبیوں پر کیسی ناروا تہمت باندھی گئی، جب کہ نبی کریم ﷺ نے تو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ''الانبیاء احیاء فی قبور ھم یصلون'' یعنی انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں۔ مگر بریلوی مذہب میں نماز کے بجائے جماع کرتے ہیں''۔ (تعارف بریلویت، ص ۱۴) اس اعتراض کے جواب سے پہلے آیئے امام مجدد اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ملفوظ کو پڑھتے ہیں۔ امام مجدد اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔ ''انبیاء کرام علیہ السلام کی حیات حقیقی حسی دنیاوی ہے۔ ان پر تصدیق وعدہ الٰہیہ کیلئے محض ایک آن کی موت طاری ہوتی ہے۔ پھر فوراً ان کو ویسے ہی حیات عطا فرما دی جاتی ہے۔ اس حیات پر وہی احکام دنیویہ ہیں ان کا ترکہ بانٹا نہ جائے گا۔ ان کی ازواج کو نکاح حرام نیز ازواج مطہرات پر عدت نہیں وہ اپنی قبور مین کھاتے ہیں نماز پڑھتے ہیں۔ بلکہ سیدی محمد بن عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبور میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے تو ان کو حج کرتے ہوئے لبیک پکارتے ہوئے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا''۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ سوم، ص ۳۰۷)

امام مجدد اعلیٰ حضرت نے حیات انبیاء پر دلائل پیش کرکے انبیاء کرام کے خصائص کا تذکرہ کیا ہے۔ کہ نہ ترکہ بانٹا جائے گا۔ ازواج مطہرات نکاح میں ہیں ان پر عدت نہیں۔ اور علامہ زرقانی کا قول پیش کرکے فرمایا کہ ''ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں۔ یعنی رات گزارتے ہیں۔ اس میں کونسی بات معیوب اور تہمت والی ہے۔ یہ تو خصائص انبیاء سے ہیں۔ مفتی زرولی صاحب لکھتے ہیں کہ ''بریلوی مذہب میں نماز کے بجائے جماع کرتے ہیں'' نماز کے بجائے لکھ کر اپنی بددیانتی اور خیانت کا ثبوت دیا ہے۔ حالانکہ عبارت میں صریح ذکرِ نماز موجود ہے۔ ''اپنی قبور میں کھاتے پیتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں'' بلکہ دوسری بار بھی نماز کا ذکر موجود ہے ''حج کرتے ہوئے اور لبیک پکارتے ہوئے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا'' اسکے بعد بھی مفتی زرولی خان صاحب کا یہ کہنا کہ ''نماز کے بجائے'' قارئین کی آنکھوں میں دھول جھونکنا اور اپنی خیانت اور تحریف کا اعتراف کرنا ہے۔ زرولی خان صاحب کا حوالہ آپ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ ''شب باشی'' کے معنی جماع سے کرکے اس سے تہمت ثابت کررہے ہیں۔ پہلے تو یہ بات سمجھنی چاہیے کہ ''شب باشی'' کے معنی کیا ہیں۔ چنانچہ آیئے فرہنگ آصفیہ کو اٹھا کر دیکھتے ہیں کہ شب باشی کا کیا معنی ومفہوم ہیں۔ ''شب باش: (ف) اسم مذکر۔ مقیم، رات کا قیام، بسرام، شب گزاری، منزل گزینی، فروکش'' (فرہنگ آصفیہ، ج ۳، ص ۱۲۶ س تا ۷، مرتبہ۔ مولوی سید احمد دہلوی۔ اردو سائنس بورڈ ۲۰۰ اپر مال لاہور۔ طبع چہارم ۲۰۰۳ء) اب فیروز اللغات میں شب باشی کا معنی دیکھ لیتے ہیں۔ ''شب باش: رات رہنے والا۔۔'' (فیروز اللغات ۸۱۰) شب

باشی باہمی میلاپ کو مستلزم نہیں ہیں۔ شب باشی کا مطلب ومعنی جماع کے ہے ہی نہیں۔ شب باشی کا مطلب رات گزارنا ہے۔ اگر علماء وا کابر دیوبند کے تصانیف پر نظر کی جائے تو ہمیں اس میں ''شب باشی'' کے متعلق کافی حوالے مل جائیں گے۔ پھر وہاں کیا تاویل ہوگی؟ آیئے چند حوالے ملاحظہ کرتے ہیں۔ ''مدینہ منورہ میں روضہ مبارک کے پاس مسجد نبوی میں آپ نے (انور شاہ صاحب) درس حدیث دیا ہے۔ اہل مدینہ خصوصا علماء بہت متوجہ ہوئے اکثر مسائل کا جواب آپ نے ان کو رسالوں کی شکل میں دیا۔ جو علماء دیوبندان دنوں وہاں رہتے تھے۔ انہوں نے کوشش کیں کہ شب باشی آپ کی مسجد نبوی میں ہو'' (ملفوظات کشمیری، ص ۲۷۵)

تھانوی صاحب لکھتے ہیں۔ ''محمد الحضرمی مجذوب چلانے والے عجیب وغریب حالات وکرامات ومناقب والے تھے کبھی کبھی چلاتے ہوئے عجیب عجیب علوم ومعارف پر کلام کر جاتے۔ اور کبھی کبھی استغراق کی حالت میں زمین وآسمان کے اکابر کی شان پر ایسی گفتگو فرماتے کہ اس کے سننے کی تاب نہ ہوتی تھی۔ آپ ابدال میں سے تھے آپ کی کرامتوں میں سے یہ ہے کہ آپ نے ایک دفعہ تیس (۳۰) شہروں میں خطبہ اور نماز جمعہ بیک وقت پڑھا ہے اور کئی کئی شہروں میں ایک ہی شب میں شب باش ہوتے تھے'' (جمال الاولیاء، ص ۲۵۳) ایک وقت میں کئی کئی شہروں میں شب باشی کا کیا مطلب ہوگا جسے دیوبندی حکیم الامت بیان فرمارہے ہیں۔ چلو اب دارالعلوم دیوبند کے بانی قاسم نانوتوی صاحب کی شب باشی بھی دیکھ لیتے ہیں۔ '' (قاسم نانوتوی صاحب) صبح کو اڑ اتار کر باہر چلے جاتے تھے اور پھر کواڑ کو درست کر دیتے تھے: اس مقفل مکان میں تنہا شب باشی، وشب گزاری کہ یہ عجیب وغریب صورت حال کب تک پیش آتی رہی، صحیح طور پر تو اس کا بتانا دشوار ہے، لیکن مصنف امام نے آگے جو یہ ارقام فرمایا ہے ''چند ماہ اس ہو کے مکان میں گزر گئے''۔ (سوانح قاسمی، جلد اول ص ۳۰۵) کیا مفتی زرولی خان صاحب اس مقفل مکان میں شب باشی کی اس عجیب وغریب صورتحال کی تشریح کر سکیں گے؟ یا یہی فرمائیں گے کہ ''صحیح طور پر اس کا بتانا دشوار ہے'' یا شب باشی سے شب گزاری مراد لیں گے۔ یہاں ان چند حوالوں پر اکتفا کرتا ہوں ورنہ اگر علماء دیوبند کے تصانیف میں سے شب باشی کے واقعات نقل کی جائیں تو ایک الگ کتاب بن جائے گی۔ لغت کے کتب اور علماء دیوبند کے تصانیف سے شب باشی کے معنی ومطلب کو آپ ملاحظہ کر چکے۔ اس کے بعد بھی محض شب باشی کے الفاظ سے کوئی جماع تعبیر کرے تو وہ لغت کی کتابوں اور اپنے اسلاف کے تصانیف سے بالکل ناواقف ہے۔ یہ تو عام زندگی میں ''شب باشی'' کے الفاظ کا استعمال تھا اب اگر عالم برزخ کی بات ہو تو عالم برزخ میں ارواح کا آپس میں ملاقات کرنا علماء دیوبند کے کتب سے بھی ثابت ہے۔ جیسا کہ دیوبند کے علماء نور محمد تونسوی صاحب، مولوی محمد عیسیٰ صاحب الہ آبادی خلیفہ اجل تھانوی صاحب، اور انیس احمد مظاہری صاحب لکھتے ہیں۔ ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اپنے مردوں کو اچھے کپڑوں میں کفن دیا کرو بے شک اس پر وہ فخر کرتے ہیں اور اپنی قبروں میں ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں''۔ (قبر کی زندگی، ۳۲۶، ۳۲۷۔ نور الصدور، ص ۱۰۰۔ اصلاح مفاہیم مترجم، ص ۳۰۳)

''اصلاح مفاہیم'' پر محمد مالک کاندھلوی صاحب، حامد میاں، محمد عبداللہ مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور، عبدالرحمٰن جامعہ اشرفیہ، محمد بن یوسف بنوری، عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب، عبدالقادر آزاد، سید نفیس الحسینی صاحب، عبدالقادر رائے پوری، جیسے اکابر دیوبند کے تقاریظ موجود ہیں۔ نور محمد تونسوی صاحب لکھتے ہیں۔ ''حضرت قیس ابن قبیصہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص بغیر وصیت کے مر گیا اس کو موتٰی کے ساتھ کلام کرنے کی اجازت نہ دی جائے گی۔ آپ سے پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ کیا موتی کلام کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں ایک دوسرے کی زیارت بھی کرتے ہیں''۔ (قبر کی زندگی، ص ۳۳۴) ''محمد بن منکدر روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے پاس گیا جب کہ ان کا آخری وقت تھا یعنی وہ دنیا سے کوچ فرمانے والے تھے۔ میں نے کہا کہ میری طرف سے حضور اکرم ﷺ کو سلام دینا۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم برزخ وقبر میں مردے ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور ان کی دعا سلام بھی ہوتی ہے''۔ (قبر کی زندگی، ص ۳۰۸) انور شاہ صاحب کشمیری کی تحقیقا جمع کرتے ہوئے ان کے داماد لکھتے ہیں۔ ''منکرین توسل وطلب شفاعت جو مقبورین کو معطل ومحبوس یا ان کی حیات کو بے حیثیت سمجھتے ہیں، ان کے لئے حضرت شاہ عبدالعزیز کا مندرجہ ذیل ارشاد لائق مطالعہ ہے، آپ نے فرمایا کہ مقبور صالح کی قبر کو تنگ قید کی طرح نہ سمجھنا چاہئے، کیونکہ اس کیلئے وہاں فرش ولباس اور رزق سب اسباب راحت میسر ہوتے ہیں، وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جا کر سیر بھی کرتا ہے اور اپنے پیشتر والے عزیزوں سے ملاقاتیں بھی کرتا ہے۔ اور وہ اس کو کبھی بطور ضیافت اور کبھی تفریح ومؤنست وتہنیت وغیرہ کیلئے اپنے مکانوں پر بھی لے جاتے ہیں۔ اس طرح ہر روز وہاں اس کی دل بستگی کا سامان مہیا کرتے ہیں تا کہ اس دار فانی کی یاد اس کے دل سے بھلا دیں''۔ (انوار الباری، ج ۱۸، ص ۲۵۰)

عالم برزخ میں شہداء کے پاس حوروں کی تشریف آوری کا ذکر تو احادیث کی کتابوں سے ثابت ہے آیئے علماء دیوبند کے کتابوں سے اس کے حوالے پڑھتے ہیں۔ تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں۔ ''اسود راعی جہاد خیبر میں شریک ہوئے، جنگ کے بعد جب شہداء آنحضرت ﷺ کے سامنے

لائے گئے تو ان میں اسود راعی کی لاش بھی تھی، آنحضرت ﷺ نے انہیں دیکھ کر تھوڑی دیر کیلئے منہ پھیر لیا، صحابہ کرام نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ یہ اس وقت جنّت کی دو حوروں کے ساتھ ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے چہرے کو حسین بنا دیا ہے، اور جسم کو خوشبو سے مہکا دیا ہے۔" (جہان دیدہ ص ۱۷۵)

نور محمد تونسوی صاحب دیوبندی لکھتے ہیں۔ "حضور اکرم ﷺ چشم خود دیکھ رہے ہیں کہ شہید کے پاس جنت کی دو حوریں بیٹھی ہوئی ہیں اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ شہید کے اندر کسی قسم کی حیات نہیں ہے اور نہ ہی علم وشعور ہے اور نہ ہی کسی قسم کا ادراک وفہم ہے تو ایسے شخص کے پاس اسپیشل دو حوریں بھیج دینے کا کیا فائدہ دلہا کو علم وخبر ہی نہیں اور دلہنیں اس کے پاس بیٹھی ہیں پس ثابت ہوا کہ شہید کے ساتھ جو حسن سلوک ہوتا ہے اور اس کی جو تعظیم وتکریم ہوتی ہے وہ اس سے باخبر ہوتا ہے۔ ان چیزوں کا اس کو پورا پورا ادراک وشعور ہوتا ہے۔" (قبر کی زندگی، ۳۰۰) نور محمد صاحب نے تو یہاں شہید کیلئے دولہا اور حوروں کیلئے دلہن کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ کیا زرولی خان صاحب دولہے اور دلہن کے رشتے اور تعلق کی تشریح کر سکیں گے؟ یہی نہیں بلکہ بجنوری صاحب نے شب باشی کے خاص مکان کا بھی ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔ "پھر اہل نجات کیلئے وہاں چار قسم کے مکانات ہوتے ہیں۔ ایک تو اپنے رہنے اور شب باشی کا خاص مکان دوسرا اپنے وابستگان وعقیدت مندوں سے ملاقات کا درباری دیوان، تیسرے سیر و تماشا وتفریح کے مقامات جیسے آب زمزم مساجد متبرکہ اور دوسری دنیا وعالم برزخ کی نزہت گاہیں۔ چوتھے دوستوں اور ہمسایوں سے ملاقات کرنے کے دیوان خانے اور لان وغیرہ۔ اور جب تک کسی کیلئے اس کی بود وباش کا مکان مہیا نہیں کرا دیا جاتا، اس کو دنیا سے نہیں لے جاتے، یعنی یہ سب مکانات اس کی آخری عمر میں تیار کرائے جاتے ہیں، اس پوری تفصیل کے بعد یہ خیال صحیح نہ ہوگا کہ یہ سب مکانات اس تنگ قبر کے اندر ہیں۔ بلکہ یہ تو ان مکانات کیلئے داخل ہونے کا دروازہ ہے۔ جبکہ بعض ان مکانوں میں سے آسمان وزمین کی درمیانی فضا میں ہیں، بعض آسمان دوم وسوم میں ہیں، اور شہیدوں کیلئے عرش کے ساتھ لٹکے ہوئے بڑے پر نور قندیلوں میں ہیں"۔ (انوار الباری، ج ۱۸، ص ۲۵۰) بجنوری صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہاں قوم کے بزرگ یہاں سے گئے ہوئے کنواروں کے رشتے بھی کرواتے ہیں جیسا کہ لکھتے ہیں۔ "لوگ وہاں عالم برزخ میں ذکر وتلاوت، نماز وزیارت مکانات متبرکہ میں مشغول رہتے ہیں، اور قوم کے بزرگ یہاں سے گئے ہوئے کنوارے بچوں کی نسبتیں اور رشتے طے کرتے ہیں تاکہ یوم آخرت میں ان کی شادیاں کی جائیں وہاں (عالم برزخ میں) بجز لذت جماعت کے سارے لذتیں موجود ہیں اور سوائے روزہ کے سب قسم کی عبادتیں ہیں، وہ لوگ اوقات متبرکہ کی مانند شب قدر شب جمعہ میں آکر اپنے دنیائے خاص عزیزوں کے ساتھ وقت بھی گزارتے ہیں۔ اور ان کو زندہ عزیزوں کے احوال بھی فرشتوں کے ذریعہ معلوم ہوتے رہتے ہیں؛ وغیرہ "فتاویٰ عزیزی ص ۲-۱۱۰"۔ (انوار الباری، ج ۱۸، ص ۲۵۰)

اس کے بعد صاحب انوار الباری کا تبصرہ بھی سنئے۔ "غور کیا جائے کہ جب یہ سہولتیں اور راحتیں عالم برزخ میں عام مؤمنوں کیلئے ہیں، تو اولیاء وانبیاء کے واسطے پھر خاص طور پر سرور انبیاء اول الخلق وافضل الخلق ﷺ کیلئے کیا کچھ نہ ہوں گی"۔ (انوار الباری، ج ۱۸، ص ۲۵۰) خواہ مخواہ اپنی رائے سے الفاظ کے معنی بدل کر بے ادبی والے الفاظ خود جوڑ کر اپنے تنگ نظرئے اور تنقیدانہ سوچ سے کسی پر الزام لگانا کسی مفتری کا کام تو ہو سکتا ہے مفتی کا ہرگز نہیں۔ تنقید برائے اصلاح اچھی کاوش ہے مگر تنقید اگر بے علمی یا کم فہمی میں ہو تو یہ اپنے عقل اور نفس کی تابعداری ہے۔ اور اپنے عقل اور نفس کی خواہش کی تکمیل کیلئے اپنے خیالات کو کسی کے اوپر لاگو کرنا اور حقیقت سے منہ چرانا یقیناً تحریف ہے۔ اور اسی بے بنیاد تنقید کی ذد میں اپنے اکابر کو ہی چوراہے میں کھڑا کرنا ہے۔ جیسا کہ اوپر انوار الباری کے حوالے میں گزر چکا ہے۔ یعنی انور شاہ صاحب کشمیری کی تحقیق کہ "پھر اہل نجات کیلئے وہاں چار قسم کے مکان ہوتے ہیں، ایک تو اپنے رہنے اور شب باشی کا خاص مکان" اگر شب باشی کا مطلب ومعنی جیسا کہ خالد محمود صاحب اور مفتی زرولی صاحب نے جماع مراد لیا ہے کے ہی کے معنی لی جائیں تو کیا قبر میں جماع کیلئے خاص مکان ہوتا ہے؟ اس کا جواب ضرور دیں تاکہ وہ اشکال اور الجھن ہی ختم ہو جائے جسے مفتی صاحب تہمت سے تعبیر کرتے ہیں۔ یقیناً مفتی صاحب یہی جواب دیں گے کہ شاہ صاحب کی تحقیق بزبان بجنوری صاحب یہی ہے کہ وہاں عالم برزخ میں بجز جماع کے ساری لذتیں موجود ہوتے ہیں۔ تو شب باشی کا مطلب جماع نہیں ہے کیونکہ شاہ صاحب کے تحقیق کے مطابق تو یہ لذت وہاں میسر ہی نہیں۔ تو جب شب باشی کا مکان قابل اعتراض نہیں تو پھر ملفوظات میں علامہ زرقانی کے قول پر کیوں اعتراض؟ حالانکہ امام مجدد اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے امام زرقانی کا قول پیش کیا ہے اور شب باشی کے الفاظ استعمال کرتے ہیں جس کا معنی ومفہوم لغت کی کتابوں سے واضح ہے کہ رات گزارنا۔ یعنی اعلیٰ حضرت کے نزدیک حضور ﷺ کی پاک بیبیاں اور ہماری مائیں حضور ﷺ سے ملاقات فرماتے ہیں اور ساتھ رات گزارتے ہیں۔ جیسا کہ اکابر دیوبند کے کتب سے ثابت ہوا کہ عام مؤمنین کو بھی یہ سہولت میسر ہے کہ وہ آپس میں ملاقات کرتے ہیں۔ اور شہداء کے پاس حوروں کا آنا

ثابت ہے۔ اب اگر زرولی خان صاحب اس کو جماع سے تعبیر کرے تو بھی زرولی خان صاحب کا پاک بیبیوں پر تہمت کا گمان غلط ہے۔ حالانکہ امہات المؤمنین ہماری مائیں ہیں جو اب بھی انبیاء کرام کی ازواج مطہرات ہیں اور انبیاء کرام کی نکاح میں ہیں۔ قبر مبارک میں ساتھ ہونا، جنت میں ساتھ ہونا، اسی طرح ہی ہیں جس طرح اس دنیا میں ساتھ تھے۔ کیا اس دنیا میں ساتھ رہنا ان کے لئے معیوب اور تہمت والی بات تھی؟ (فقیر فاروقی نے ساتھ رہنے والے الفاظ اس لئے استعمال کئے ہیں کہ ''شب باشی'' کے معنی رات گزارنے کے ہیں)۔ جب اس دنیا میں ساتھ رہنا کوئی معیوب اور تہمت والی بات نہیں اور جنت میں بھی ساتھ رہنا کوئی معیوب اور تہمت والی بات نہیں تو مرقد انور مبارک میں ملاقات اور ساتھ رہنا کیسے معیوب اور تہمت والی بات ہوگئی؟ کیا قبور انبیاء روضۃ من ریاض الجنۃ نہیں ہیں؟ یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ شب باشی کے الفاظ سے ہٹ کر اگر اکابر دیوبند کے تصانیف سے تحقیق کی جائے کہ آیا قبر میں انبیاء علیہم السلام کو لذت جماع میسر ہیا نہیں تو اس میں اختلاف ضرور ہے بعض علماء جواز کے قائل ہیں اور بعض علماء نے اختلاف کیا ہے۔ جن علماء نے اختلاف کیا ہے وہ اختلاف اس وجہ سے نہیں کہ یہ تہمت کا باعث ہے۔ بلکہ اسے دنیا کی حد تک لذت مانا ہے۔ اور دونوں طرف کے علماء نے اپنے اپنے دلائل دیئے ہیں۔ آیئے علماء دیوبند کے تصدیق شدہ تصنیف سے اس کے جواز اور اختلاف کو نقل کرتے ہیں۔

''انبیاء کے نکاح کے سلسلے میں جو اختلاف ہے وہ اس بنیاد پر ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وفات کے بعد انبیاء نکاح ہم بستری نہیں کرتے۔ یعنی اس ارشاد کی جو حکمت بیان کی گئی ہے اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ انبیاء اس لذت سے لطف اندوز نہیں ہوتے۔ وہ ارشاد یہ ہے کہ آپ نے فرمایا۔ ''تمہاری دنیا میں سے مجھے جو چیزیں محبوب اور پسندیدہ ہیں وہ عورتیں اور خوشبو ہیں'' اس ارشاد میں آپ نے نہ تو یہ فرمایا کہ اپنی دنیا میں سے اور نہ یہ فرمایا کہ اس دنیا میں سے۔ کیونکہ آپ نے اس لفظ تمہاری سے یہ ارشاد فرمایا کہ عورتیں اور خوشبو لوگوں کی دنیا میں سے ہیں کیونکہ وہ ان دونوں چیزوں کو اپنے لطف وعیش اور سرمستی کیلئے حاصل کرتے ہیں۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ لطف وعیش کی تمنا سے پاک اور بری ہیں۔ آپ عورتوں کو اس لئے پسند فرماتے تھے کہ وہ ہر وقت کی شرک حیات ہونے کی وجہ سے آپ کی خوبیوں آپ کے باطنی معجزات اور پوشیدہ احکام کو امت تک پہنچا سکیں۔ کیونکہ عام حالات میں ان صفات اور خوبیوں سے بیویوں کے علاوہ دوسرے لوگ واقف نہیں ہو سکتے تھے۔ اسی طرح بیویوں کے ذریعے دوسرے دینی فائدے بھی لوگوں کو حاصل ہوتے تھے۔ اور خوشبو اس لئے پسندیدہ تھی کہ آپ فرشتوں سے ملاقات فرماتے تھے اور فرشتے خوشبو کو پسند کرتے ہیں اور بدبو سے نفرت کرتے ہیں''۔ (سیرت حلبیہ اردو، جلد ۴، ص ۴۰) یہی وہ وجہ اختلاف ہے جس کی وجہ سے بعض علماء نے اس لذت کے میسر ہونے پر اختلاف کیا ہے۔ اس کا جواب جواز کے علماء نے یوں دیا ہے۔ ''اب وہ علماء کہتے ہیں کہ حقیقی اکرام اور اعزاز کا تقاضا یہی ہے کہ آپ کو برزخ میں وہی لذتیں اور خوشیاں حاصل ہوں جو دنیا میں حاصل تھیں تاکہ برزخ میں بھی آپ کے حالات وہی رہیں جو دنیا میں تھیں''۔ (سیرت حلبیہ اردو، جلد ۴، ص ۴۰) اختلاف رکھنے والوں کا رد کرتے ہوئے جواز کے علماء نے یہ جواب دیا ہے۔ ''ادھر ایک اشکال یہ ہے کہ یہ حکمت آپ کے اس قول کے مطابق نہیں رہتی جس میں ہے کہ مجھے چار چیزوں میں لوگوں پر فوقیت حاصل ہے۔ ان چار چیزوں میں آپ نے کثرت جماع کا بھی ذکر فرمایا ہے''۔ (سیرت حلبیہ اردو، جلد ۴، ص ۴۰)

امام شیخ رملی کا فتویٰ کہ اس میں اختلاف ہے کہ لذت جماع میسر ہے یا نہیں یعنی بعض جواز کے قائل ہیں اور بعض جواز کے قائل نہیں۔ آیئے علماء دیوبند کے مستند سیرت سے دیوبندی عالم کا ترجمہ ملاحظہ کرتے ہیں۔ ''پھر میں نے اس سلسلے میں شیخ شمس رملی کا فتویٰ دیکھا کہ انبیاء علیہم السلام اور شہداء اپنی قبروں میں کھاتے پیتے ہیں نمازیں پڑھتے ہیں۔ روزے رکھتے ہیں اور حج کرتے ہیں۔ البتہ اس بارہ میں اختلاف ہے آیا یہ حضرات نکاح یعنی ہم بستری بھی کرتے ہیں یا نہیں۔ اس بارے میں ایک قول یہ ہے کہ کرتے ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ نہیں کرتے۔ نیز یہ کہ ان حضرات کو ان کے نماز، روزے اور حج کا ثواب اور جزاء بھی ملتی ہے۔ اگر چہ وہ اب ان فرائض کے مکلف نہیں ہیں۔ یعنی ان پر اس کی پابندی اور ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ موت نے ان پر سے یہ پابندی ختم کردی ہے۔ لیکن ان کی ان عبادتوں کا ثواب ان کے اعزاز اور درجات کی بلندی کیلئے ملتا ہے۔ یہاں تک شیخ رملی کا فتویٰ ہے۔'' (سیرت حلبیہ اردو، جلد ۴ ص ۳۹) جو لذت جماع کے قائل نہیں وہ ظاہری معنی میں تاویل کرتے ہیں اور ظاہری معنی کو چھوڑ کر ایک دوسرے اور دراز کار معنی پیدا کر رہے ہیں اس کا اظہار علماء دیوبند کے مستند سیرت نگار ان الفاظ میں کر رہا ہے آیئے قاری طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے زیر نگرانی ہونے والا ترجمہ پڑھتے ہیں۔ ''حق تعالیٰ نے شہیدوں کے متعلق بتلایا ہے کہ وہ زندہ ہیں اور کھاتے پیتے ہیں۔ علماء نے اس بات کو حقیقت پر محمول کرتے ہوئے یعنی اسی زندگی کو حقیقی زندگی تسلیم کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ حقیقت میں کھاتے پیتے ہیں اور نکاح کرتے ہیں اور (بقیہ صفحہ ۳۸۔ پر)

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری

حضور امین شریعت: حضور مفتیٔ اعظم ہند کا لاجواب انتخاب

"۔۔۔۔۔۔۔ ایسا نہیں ہے کہ حضور مفتی اعظم ہند نے حضور امین شریعت کو اس علاقہ چھتیس گڑھ میں بحیثیت خطیب وامام جوابی رقعہ دے کر کچھ حال وماحول سمجھا کر روانہ کر دیا ہو۔ بلکہ کانکر ٹولہ سے کانکیر تک مکمل رہنمائی فرمائی۔ یہ بصیرت افروز خواب خود مجھ فقیر سے بھی حضور امین شریعت نے بیان کیا تھا کہ جب میں حضور مفتی اعظم ہند کے حکم پر کانکیر جانے کے لیے آمادۂ سفر ہو گیا تو حضور مفتی اعظم ہند نے خواب میں تشریف لا کر کانکیر، اس کا محل وقوع، قلب شہر میں بہتا ہوا دریا، دریا کے کنارے بلندی پر بلند وبالا مینار والی مسجد، سب کا مشاہدہ کرا دیا اور میں نے خواب میں دیکھا کہ مسجد کے کنارے اسی بہتے دریا میں حضور مفتی اعظم آگے آگے چل رہے ہیں اور میں پیچھے پیچھے چل رہا ہوں۔ یہاں تک کہ حضور مفتی اعظم ہند کی پیشوائی میں میں نے یہ دریا پار کر لیا۔۔۔۔۔"

موت اس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس
یوں تو دنیا میں سبھی آتے ہیں مرنے کے لیے

خدائے عزیز وبرتر کا یہ بہت بڑا کرم ہے کہ اس نے دین اسلام کی حفاظت کی ذمہ داری اپنے دست قدرت میں لے رکھی ہے۔ جب جہاں اور جیسی ضرورت ہوتی ہے وہ انتظام فرماتا رہتا ہے۔ بدعقیدگی کی تیرگی میں خوش عقیدگی کی شمع جلانے کے لیے کفر کے خارزار کو اسلام کا لالہ زار بنانے کے لیے ظلم کے اسٹیج پر انصاف کا نعرہ لگانے کے لیے آزاد خیالی وصلح کلیت کی تیز وتند ہوا میں سنیت کا چراغ جلانے کے لیے یونہی بدعملی، بدذوقی، بدفہمی کو خوش عملی، خوش ذوقی اور خوش فہمی کے آبشار سے سرشار کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی انتظام وہ کرتا ہی رہتا ہے۔

ایک زمانہ وہ تھا جب مدھیہ پردیش، موجودہ چھتیس گڈھ اسلامی اقدار وشعار سے بہت دور تھا، وہاں مسلمان تو تھے مگر انہیں پتہ نہیں تھا کہ ضروریات دین، ضروریات اسلام اور ضروریات مذہب کیا ہیں۔ بحیثیت مسلمان ہمیں کیا کرنا اور کیا نہ کرنا ہے۔ ایمان آتا ہے تو جاتا بھی ہے اور جب چلا جائے تو پھر اسے واپس لانے کی صورت کیا ہے۔ ان تمام اسرار ورموز سے وہ نابلد تھے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ وہاں تعلیمات اسلامی کی کرن اور ہدایات دینی کا اجالا نہ تھا، نظریات کی نکھری چاندی نہ تھی بلکہ سب سے گھال میل، سب سے رابطہ وتعلق، سب کو اچھا سمجھنے والا نظریہ پورے سماج میں حلول کئے ہوئے تھا اور ایسے میں جو کفر کو اسلام سے، حق کو باطل سے، نور کو ظلمت سے، ایمان کو شرک سے چھانٹ چھانٹ کر الگ کر دے ایسا کوئی رہنمائے کامل تھا، لوگ بس روایتی مسلمان تھے، علامتی مومن تھے بنام اسلام جی رہے تھے، ستم یہ کہ بعض لوگ نماز بھی پڑھتے تھے اور گھروں میں بت بھی رکھتے تھے، حسب موقع خدا کی عبادت کر لی اور حسب ضرورت بتوں کی پوجا کر لی یعنی لوگ توحید اور شرک دونوں کا سنگم بنے ہوئے تھے یہ ایک الگ مسئلہ ہے کہ اجتماع ضدین ہے ایک ہوگا تو دوسرا نہیں ہوگا، مگر میں وہاں کے سماجی اور مذہبی حالت کی عکاسی کر رہا ہوں کہ کس طرح اس علاقے کے لوگ جہالت کے اندھیرے اور فکری ظلمت کی گھٹاؤں میں گھرے ہوئے تھے ایسے میں نہ جانے کس دل دردمند نے کس سوز واخلاص سے دعا کیا کہ اجابت نے بڑھ کر گلے سے لگا لیا۔

کانکیر جو اس وقت ریاست چھتیس گڈھ کا ایک متمول قدرتی خزانوں سے معمور، معدنیات کے ذخیروں سے بھرپور ضلع ہے۔ اس وقت یہ ضلع بستر میں تھا۔ اور زیادہ سے زیادہ اس کی حیثیت ایک قصبہ کی رہی ہوگی، وہاں سے قطب عالم سیدی ومرشدی حضور مفتی اعظم نور اللہ مرقدہ کی

بارگا میں جامع مسجد کانکیر کے لیے خطیب وامام کی ضرورت کا عریضہ نامہ پہونچا، تبھی نائب غوث اعظم حضور مفتی اعظم نے کانکیر واطراف کانکیر کے سماجی معاشرتی ماحول کو میری چھٹی حس بولتی ہے کہ خط کی زیریں لہروں میں دیکھ لیا تھا تبھی تو آپ نے وہاں کے لیے خطیب وامام کا جو انتخاب فرمایا وہ انتخاب خود حضور مفتی اعظم ہند کی بڑی کرامت ہے۔ ایسی کرامت جس نے علاقے کی کایا پلٹ دی، تقدیر بدل دی لوگوں کا ظاہر ہی نہیں باطن بھی نکھر گیا۔ اعمال ہی نہیں افکار کو بھی چکا چوند کر دیا، اور خاص سنی رضوی رنگ میں پورا دیار وامصادر رنگ کر گلہائے رنگا رنگ کا منظر پیش کرنے لگا۔

آپ ہی جانتے ہیں جس بھی شخصیت پر خطیب وامام کیلئے حضور مفتی اعظم کی نظر پڑی تھی وہ شخصیت کون تھی؟ حلم وحلم کے کوہ نور سے سجی ہوئی پیشانی، آنکھوں میں بہت کچھ کر جانے کے حوصلے کی تیزی وتندی، چہرے پر عزم وولولہ کی تابانی، زمانے کے تلخ وشیریں حالات سے کما حقہ نا آشنا مگر جوئے شیر پتھر سے نکالنے کی تڑپ سے مزین، حضور مفتی اعظم ہند کے سامنے حسن وجمال، زیبائی ورعنائی، دلکشی ودلآویزی کا پیکر ایک نوجوان متبسم انداز میں کھڑا تھا۔ آج اسی نوجوان کو ہم سب قطب چھتیس گڑھ، شبیہ مفتی اعظم پیکر شریعت، رہبر طریقت حضرت علامہ الشاہ سبطین رضا خاں المعروف حضور امین شریعت سے جانتے پہچانتے اور مانتے ہیں اور اب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہوئے پلکیں بھیگ جاتی ہیں، عشاق وفات کے تصور سے دل تھام لیتے ہیں۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

ایسا نہیں ہے کہ حضور مفتی اعظم ہند نے حضور امین شریعت کو اس علاقہ چھتیس گڑھ میں بحیثیت خطیب وامام جوابی رقعہ دے کر کچھ حال وماحول سمجھا کر روانہ کر دیا ہو۔ بلکہ کانکرٹولہ سے کانکیر تک مکمل رہنمائی فرمائی۔ یہ بصیرت افروز خواب خود مجھ فقیر سے بھی حضور امین شریعت نے بیان کیا تھا کہ جب میں حضور مفتی اعظم ہند کے حکم پر کانکیر جانے کے لیے آمادۂ سفر ہو گیا تو حضور مفتی اعظم ہند نے خواب میں تشریف لا کر کانکیر، اس کا محل وقوع، قلب شہر میں بہتا ہوا دریا، دریا کے کنارے بلندی پر بلند وبالا مینار والی مسجد، سب کا مشاہدہ کرا دیا اور میں نے خواب میں دیکھا کہ مسجد کے کنارے اسی بہتے دریا میں حضور مفتی اعظم آگے آگے چل رہے ہیں اور میں پیچھے پیچھے چل رہا ہوں۔ یہاں تک کہ حضور مفتی اعظم ہند کی پیشوائی میں میں نے یہ دریا پار کر لیا۔ فرماتے ہیں کہ میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب کانکیر پہنچ کر میں نے خواب کا پورا منظر جیتی جاگتی کھلی آنکھوں سے دیکھا۔ وہی مسجد، وہی دریا، وہی ساحل، وہی پہاڑ، سارا کا سارا نقشہ میری نظر کے سامنے تھا۔ کہنے کو تو یہ خواب ہے مگر میرا وجدان بولتا ہے کہ دریا پار کرا کر حضور مفتی اعظم ہند نے حضور امین شریعت کی مشکل آسان فرما دی، اشاروں میں پیغام دیدیا ''سبطین رضا گھبرانا نہیں، دعوت دین وسنت کے راستے میں آنے والی پریشانیوں سے مضطرب نہ ہو جانا، تیرا بیڑا پار لگانے کے لیے میری توجہ میری باطنی رہنمائی ہمیشہ تیرے ساتھ رہے گی۔'' اس سے پتہ چلا کہ حضور مفتی اعظم ہند کو یہ احساس تھا کہ چھتیس گڑھ کے اس ظلمت کدہ میں شریعت کا چراغ جلانا آسان نہیں ہے۔ رب کی نافرمانی سے رخ موڑ کو فرمانبرداری پر لگا دینا بہت کٹھن ہے، مگر میں نے تمہاری رہنمائی کر دی ہے، دریا پار کر کے چھتیس گڑھ کے بدعقیدگی وبدعملی کے دریا کو پار کرنے کی تمہیں ہمت اور شعور دیدیا ہے۔ آگے بڑھتے چلے جاؤ سربلندی وسرفرازی، کامیابی وکامرانی کا مژدہ تمہارے انتظار میں ہے۔ اس خواب کی مچلتی ہوئی تعبیر یہ ہے کہ تقریباً نصف صدی تک آپ اس پورے علاقے میں ہدایت ورہبری کا آفتاب وماہتاب بن کر جگمگاتے رہے، جب پچاس برس پہلے آپ نے اس علاقے میں آنکھیں کھولی تھیں کام شروع کیا تھا تو جیسا کہ ذکر ہوا مسلمانوں کی حالت دینی لحاظ سے ناقابل ذکر وناگفتہ بہ تھی۔ اور جب پچاس برس بعد آپ نے آنکھیں بند کیں تو پورے علاقے میں اسلام وسنیت کا جھنڈا لہرا رہا تھا آبادی کی آبادی دین وشریعت کے رنگ ونور میں نہا کر شرابور ہو چکی تھی۔

حضور امین شریعت کون ہیں؟ آپ کی شخصی عظمت کیا ہے؟ خاندانی پس منظر کیسا ہے؟ ان تفصیلات کے لیے تو آپ میری تازہ ترین تصنیف ''حضور امین شریعت، حیات اور کمالات'' کا مطالعہ کریں اس مختصر مضمون میں بس اتنا سمجھ لیں کہ آپ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منجھلے بھائی استاذ زمن حضرت علامہ حسن رضا خانصاحب کے حقیقی پوتا، یعنی برادرزادۂ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ حسنین رضا خانصاحب کے فرزند ارجمند ہیں۔ برادر اعلیحضرت علامہ حسن رضا خانصاحب کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ اعلیٰ حضرت کے راز دار خفی وجلی ہیں۔ زمین داری کا پورا انتظام، خانہ داری کا اہتمام آنے جانے والوں کی ضیافت وخاطر داری کا پورا انصرام آپ ہی کے ہاتھ میں تھا، اور آپ نے وہ حق اخوت نبھایا کہ کہنا پڑتا ہے کہ خدا کسی کو بھائی دے تو مولانا حسن رضا خانصاحب جیسا بھائی دے آپ نے اعلیٰ حضرت کی دینی مشغولیت، صبح ومسا کی مصروفیت، سنیت کی خدمت واشاعت، بدعقیدوں کی نحوست سے معاشرے کی صیانت، اور اس کے علاوہ وہ سب کچھ جو امام احمد رضا کو ۲۲ گھنٹہ محو کر وفکر رکھتا تھا، آپ نے جب یہ سب دیکھا تو آپ بھی اعلیٰ حضرت کے کاموں میں شریک رہنے کی فکر میں لگ گئے۔ اور اس طرح ان ذمہ داریوں کو نبھایا کہ فکر دنیا سے اعلیٰ حضرت کو بالکل آزاد کر دیا۔ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت کی بچی کی نسبت طے ہو گئی ہے، شادی کی تاریخ پڑ چکی ہے۔ سارے انتظامات ہو گئے ہیں جب بارات آنے کو چند دن رہ گئے تو

آپ نے اعلیٰ حضرت کو بچی کی شادی اور تقریبات شادی کی اطلاع دی۔ اعلیٰ حضرت نے پوچھا بھائی اتنا بڑا کام آپنے کر دیا اور مجھے خبر بھی نہ کی، فرمایا حضور آپ کو اس لئے خبر نہ دی کہ آپ خالص دینی ضروری کاموں میں لگے ہیں۔ اسلام اور سنیت کو چیلنج ہے اور اس چیلنج کا تنہا آپ جواب ہیں، ہمہ وقت آپ کو دین وسنیت کی فکر رہتی ہے، اس لئے ہم لوگوں نے سوچا کہ اگر آپ کو خبر دیتے ہیں تو کام میں رکاوٹ ہوگی، یا کام کی رفتار تھم جائے گی، یہ سن کر اعلیٰ حضرت کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو چھلک پڑے، اسی لئے میں نے کہا ہے کہ خدا کسی کو بھائی دے تو مولانا حسن رضا خان جیسا دے، اور بھائیوں میں اعتماد کا جوہر دے تو امام احمد رضا جیسا دے، امام احمد رضا نے تن تنہا جو ایک بڑی اکیڈمی، ایک عظیم انجمن، ایک عالمی ادارہ کا کام انجام دیا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کاموں کی تکمیل میں پورے گھر بھر کا خلوص شامل ہے۔ حضور امین شریعت کے والد ماجد انہی استاذ زمن علامہ حسن رضا خانصاحب کے لائق وفائق، بلند اقبال صاحبزادے ہیں۔

حضرت علامہ حسنین رضا خانصاحب کو اعلیٰ حضرت اتنا ہی چاہتے تھے جتنا اپنے مشہور زمانہ دونوں بیٹوں حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا اور مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا کو رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو، آپ نے ان تینوں کے درمیان عقد مواخات قائم فرمادیا تھا اور ان تینوں بھائیوں نے بھی رواداری ربط باہمی، بھائی چارگی، ایثار نفسی اور میل ملاپ کی ایسی مثال قائم کی کہ انکے آپسی تعلقات کو پڑھ کر حیرت ہوتی ہے۔ حضرت علامہ حسنین رضا خان صاحب والد گرامی حضرت علامہ سبطین رضا صاحب حضور مفتی اعظم ہند سے عمر میں چھ مہینے بڑے تھے، مگر حضور مفتی اعظم ہند کا آپ اتنا اکرام واحترام فرماتے کہ لگتا تھا یہی چھ مہینے کے چھوٹے ہیں۔ آپ کے علم وفہم ادب و درک، تدبر و دانائی، زیرکی وہوشمندی، سیرت وصورت کی دلآویزی دیکھ کر اعلیٰ حضرت نے آپکو اپنا داماد بنالیا تھا۔ مگر ایک بچی کی

”۔۔۔۔۔۔حضور امین شریعت کی زندگی کا سب سے قیمتی انمول، نایاب یادگار، تاریخ ساز عہد آفریں اور انقلاب بداماں دور کانکیر سے شروع ہوا۔ جس کی وجہ وجیہ گذشتہ سطور میں مذکور ہوئی کانکیر جامع مسجد کو آپ نے کام، مقصد، امنگ اور جذبے کا پلیٹ فارم بناکر پورے چھتیس گڈھ کی تقدیر بدلنے کی ٹھان لی۔ فرزانگی میں دیوانگی کا روپ دھار کر اور دیوانگی کے قالب پر فرزانگی کی قبا ڈال کر رواں دواں ہوگئے۔ اسلام اور سنیت کو جہاں ضرورت ہوئی وہاں گئے، جب ضرورت پڑی تب گئے۔ دن کے اجالے میں گئے۔ رات کی تاریکی میں گئے، کبھی پیدل گئے، کبھی سائیکل سے گئے، کبھی بس سے گئے کبھی ٹرین سے گئے مگر گئے اور خوب گئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔“

ولادت ہوئی کہ محترمہ صاحبزادی صاحبہ مرحومہ ہوگئیں۔ حضرت کے گلشن حیات میں بعد میں جتنے بھی پھول کھلے وہ دوسری پھلواری کے ہیں۔

میری معلومات کے مطابق آپ کے صاحبزادوں میں سب سے بڑے صاحب تذکرہ حضرت علامہ سبطین رضا خان صاحب ہیں۔ جو بعد میں امین شریعت کے لقب سے ملقب ہوئے اور یہی لقب آپکا علم بن گیا۔ جس طرح حضور اعلیٰ حضرت آپ کے والد گرامی کو اپنے بچوں کی طرح چاہتے تھے ویسے ہی حضور مفتی اعظم ہند آپکو اپنے بچوں کی طرح چاہتے تھے۔ یہ اخوت و چاہت ایسی تھی کہ کبھی کبھی کسی کسی کو تو حضور مفتی اعظم ہند سے پوچھنا پڑا کہ حضور یہ آپ کے صاحبزادے ہیں؟ اور حضور مفتی اعظم ہند نے بھی جواب دیا ہاں پھر بعد میں اس کی وضاحت فرمادیتے، اس طرح حضور امین شریعت حضور مفتی اعظم کی نوری چھاؤں اور خاندانی علم برساتی فضا میں پروان چڑھے۔ آپ کے اساتذہ میں دو نام تو ایسا ہے جو سینکڑوں ناموں پر بھاری اور ممتاز ہے۔ ایک حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی اور دوسرے محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد خان علیہما الرحمۃ والرضوان۔ جس بچے کو حضور مفتی اعظم ہند کی پیار بھری توجہ اور ان کاملان درس کی معیت ورفاقت ملی ہوگی وہ بچہ جب درسگاہ سے دستار فضیلت سنبھال کر نکلا ہوگا تو یقینا آفتاب علم وماہتاب عمل کی نگاہیں بھی خیرہ رہ گئی ہوں گی۔ یہی وجہ ہے کہ حضور مفتی اعظم ہند نے اپنے مرکزی ادارہ دارالعلوم مظہر اسلام میں آپ کو مدرس رکھ لیا تھا۔ دارالعلوم مظہر اسلام کی درسگاہ کے مسند پر اس وقت عبقری قصر علم کے لعل وگہر لٹا رہے تھے اور علم کے متلاشی دور دور ملک وبیرون ملک سے آ آ کر اپنی علمی و باطنی پیاس بجھا رہے تھے۔ حضور امین شریعت ان اساتذہ کے بیچ کئی سال تک اپنی درسی ذمہ داریوں سے سبک روی کے ساتھ سبکدوش ہوتے رہے۔ اس دورانئے میں دارالعلوم مظہر

اسلام سے جو فارغین نکلے ان کی آبیاری میں حضور امین شریعت کا بھی خون جگر شامل رہا۔ یہ بات لطف سے خالی نہ ہوگی کہ علامہ حسنین رضا خانصاحب حضور امین شریعت کا رشتہ حضور مفتی اعظم کی کسی صاحبزادی سے کرنے کی حسرت رکھتے تھے۔ مگر حضور مفتی اعظم کی رفعت شان، نسبت عظمت نشان محبوبیت عرش آشیان کی وجہ سے کوئی بات بلا تکلف کرتے ہوئے جھجکتے تھے، حالانکہ مکتب ایک ساتھ کیا تھا۔ ایک ساتھ پڑھے تھے اور ایک ساتھ ہی رہتے تھے۔ مگر اس کے باوجود تحفظات کا یہ عالم اس کے سوا اور کیا کیا جا سکتا ہے کہ۔۔۔۔۔۔ ایں سعادت بزور بازو نیست۔

اس وجہ سے دل کی حسرت زبان پر آنے میں ہمیشہ ناکام رہی، پھر ہوا یہ کہ حضور مفتی اعظم ہند کی اس صاحبزادی کا رشتہ کہیں طے ہو گیا۔ اب علامہ حسنین رضا خانصاحب نے جب اپنے دل کی بات کسی سے کہی اور انہوں نے حضور مفتی اعظم ہند سے بیان کیا تب معلوم ہوا کہ حضور مفتی اعظم ہند کے دل میں بھی وہی حسرت کروٹ لے رہی تھی۔ حضور مفتی اعظم ہند نے فرمایا بھائی صاحب نے پہلے کیوں نہ ذکر کیا۔ اس کشمکش کی وجہ یہ ہوئی کہ علامہ حسنین رضا صاحب نے سوچا کہ حضور مفتی اعظم ہند بات چھیڑیں اور حضور مفتی اعظم ہند یہ سوچتے رہتے تھے کہ پہلے بھائی صاحب ذکر فرمائیں۔ بہرحال حسرت کا ایک دیا تھا جو دونوں دلوں میں جل رہا تھا اور اس کے بعد حضور امین شریعت کا رشتہ مفتی اعظم مہاراشٹر حضرت علامہ مفتی عبدالرشید خانصاحب، ناگپور بانی جامعہ عربیہ اور مصنف تسہیل المصادر کی دختر نیک اختر سے ہوا۔ یہ واقعہ خود میں نے حضرت کی زبانی سنا ہے۔

آج پورے ہندوستان میں صرف ریاست چھتیس گڑھ کو یہ شرف و امتیاز حاصل ہے کہ یہی وہ اسٹیٹ ہے، جہاں سنیت غالب اکثریت میں ہے۔ اور پورے چھتیس گڑھ میں رضا رضا بریلی بریلی کی دھوم مچی ہوئی ہے۔ بڑی خاموشی مگر بڑی تیزی و تندی کے ساتھ حضور امین شریعت نے مسلک اعلی حضرت کا نعرہ گاؤں گاؤں، قریہ قریہ، گلی گلی، کوچہ کوچہ پہونچایا ہے۔ پورا چھتیس گڑھ و اطراف چھتیس گڑھ آج اگر سنی ہے اور بلا اختلاف مشرب بزرگوں کی نذر نیاز، مجلس و محفل اور ذکر و تذکرہ کی ہما ہمی ہے تو یہ سب حضور امین شریعت کی آج تک بے لوث اور بے ریا خدمت کی برکت ہے۔

اس میں ہمارا خون جلا ہو کہ جان و دل
محفل میں کچھ چراغ فروزاں ہوئے تو ہیں

سالوں پہلے جب ہندوستان میں شاہ بانو کیس کا ہنگامہ برپا ہوا، تو مسلم پرسنل لاء کے تحفظ کے لیے آل انڈیا مسلم پرسنل لاء کانفرنس کے نام سے قائد اہلسنت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ نے پورے ملک کے تقریباً ہر مرکزی مقام پر جلسہ کیا۔ ایک جلسہ رائے پور جو اب چھتیس گڈھ کی راجدھانی ہے میں حضور امین شریعت کی سرپرستی اور علامہ محمد علی فاروقی کی قیادت میں ہوا۔ اس جلسے کے بطن سے ادارہ شرعیہ کی اس علاقے میں ضرورت نے جنم لیا۔ صدر مقام ہونے کی وجہ سے ادارہ شرعیہ کی مرکزی آفس کے لئے رائے پور کا انتخاب ہوا اور امین شریعت کے لئے سب کی نظر جس چہرے پر اُٹھ کر رہ گئیں وہ علامہ سبطین رضا خان صاحب کی ذات تھی۔ اتفاق آراء سے آپ امین شریعت چنے گئے، حضرت علامہ محمد علی فاروقی، حضرت مفتی معطر علی صاحب اور دیگر معین مفتی کی سرکردگی میں چند ہی دنوں میں ادارۂ شرعیہ نے لوگوں کے دلوں میں جگہ بنالی شہرت کے آسمان پر پہنچ گیا۔ بحیثیت امین شریعت حضور سبطین رضا خانصاحب کی مصروفیت ایسی دو چند بلکہ سہ چند و چہار چند ہوئی کہ اب آپ کانکیر کے بجائے رائے پور میں زیادہ وقت دیتے تھے۔ رائے پور والوں نے موقع غنیمت سمجھ کر زمین کا ایک بڑا قطعہ خریدا جس میں حضرت کے قیام کے لیے عالی شان مکان بنایا۔ بازو ہی میں خوبصورت مسجد اور شاندار مدرسہ کی تعمیر ہوئی اور زمین کا ایک گوشہ حضرت کے آخری آرام گاہ کے لیے مخصوص کر دیا۔

حضور امین شریعت کی زندگی کا سب سے قیمتی انمول، نایاب یادگار، تاریخ ساز عہد آفریں اور انقلاب بداماں دور کانکیر سے شروع ہوا۔ جس کی وجہ وجیہ گذشتہ سطور میں مذکور ہوئی کانکیر جامع مسجد کو آپ نے کام، مقصد، امنگ اور جذبے کا پلیٹ فارم بنا کر پورے چھتیس گڈھ کی تقدیر بدلنے کی ٹھان لی۔ فرزانگی میں دیوانگی کا روپ دھار کر اور دیوانگی کے قالب پر فرزانگی کی قبا ڈال کر رواں دواں ہو گئے۔ اسلام اور سنیت کو جہاں ضرورت ہوئی وہاں گئے، جب ضرورت پڑی تب گئے۔ دن کے اجالے میں گئے۔ رات کی تاریکی میں گئے، کبھی پیدل گئے، کبھی سائیکل سے گئے، کبھی بس سے گئے کبھی ٹرین سے گئے مگر گئے اور خوب گئے۔

جہاں پہونچے زمین کو آسماں سے کر دیا اونچا
جہاں ٹھہرے در و دیوار کا نقشہ بدل آئے

انکا سایہ اک تجلی ان کا نقش پا چراغ
وہ جدھر گذرے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

اعلیٰ حضرت کے فیض نے اپنا جلوہ دکھایا مفتی اعظم ہند کی توجہ نے دستگیری کی آپ کے ظاہری و باطنی حسن و جمال نے دلوں میں جگہ بنائی۔ پھر کیا تھا چند ہی سال میں اندھیرا اجالے سے بدلنے لگا۔ بدعات و خرافات کی جگہ سنت و سیرت کا نور جگمگانے لگا، منکرات مکروہات نے اپنا بوریا بستر سمیٹا اور شریعت مطہرہ کا عندلیب نو بہار چمن بن کر نغمہ سنجی کرنے لگا۔ ہدایت کے نجم و قمر نے اس آب و تاب کے ساتھ تجلی ریزی کی کہ دلوں میں خوف

خدا آیا تو لوگ نافرمانیوں سے کنارہ کش ہونے لگے۔ قلب مومن کو جب عشق مصطفیٰ کی حلاوت نے چھیڑا اور گدگدایا تو برسوں کی سوئی ہوئی حسرت بیتاب ہوکر بیدار ہوگئی۔ ذرے پر جب سورج کی کرن پڑتی ہے تو اس میں نظر کو خیرہ کرنے والی چمک پیدا ہوجاتی ہے۔ قطرے میں قوت پرواز آجاتی ہے، تل جب گلاب کی سنگت میں رہتا ہے تو وہ بھی گلاب کی خوشبو دینے لگتا ہے۔ یہ تو چند منٹوں یا چند گھنٹوں کی صحبت کا نتیجہ ہے جس دیار محبت کو شریعت کا آفتاب طریقت کا ماہتاب اور معرفت کا گلاب ملا ہو۔

ادھر کانکیر والوں کو جب صورتحال کی آگہی ہوئی اور ایک نعمت خداداد ہاتھ سے نکلتی محسوس ہوئی تو ان لوگون نے بھی زمین کا بڑا حصہ حاصل کیا۔ اور مسجد و مدرسہ کے ساتھ حضرت کے مستقل رہنے کے لیے حضرت کی شایان شان مکان بنوایا، یہاں بھی زمین کے کونے کی بڑی جگہ حضرت کے آخری آرام گاہ کے لیے محفوظ کر دی گئی حضرت کانکیر بھی رہتے اور رائے پور بھی دونوں جگہیں آپ کے ظاہری و باطنی فیوض و برکات سے فیضیاب ہوتی رہیں، پیرانہ سالی کی وجہ سے جب حضرت کی طبیعت بار بار ناشاد رہنے لگی تو ارباب کانکیر اور اصحاب رائے پور دونوں کا خیال اپنی چاہتوں کے انتہا پر پہنچ گیا کہ حضرت مستقل طور پر ہمارے یہاں رہیں تو ہمارے یہاں رہیں۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے کہ لوگوں نے ایک بار جب رائے پور کی مرکزیت اور رضوی افادیت کی عمومیت بیان کرکے حضرت سے آخری آرامگاہ کے بارے میں پوچھ ہی لیا تو حضرت کا جواب تھا۔ ہاں مگر مجھے حضور مفتی اعظم نے کانکیر کے لیے بھیجا تھا۔ جب ان دونوں مقامات کی کشکش حد سے بڑھی تو حضرت نے فرمایا، میرا جہاں انتقال ہوجائے مجھے وہیں امانت زمین بنایا جائے، طبیعت جب بار بار سدھرنے بگڑنے جیسی کیفیتوں سے دوچار ہوئی تو حضور تاج الشریعہ کی حسب خواہش آپ بریلی شریف اپنے گھر ہی میں مکین ہوگئے، فرمان خداوندی ’’**منها خلقنكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارة اخرىٰ**‘‘ پہونچی وہیں یہ خاک جہاں کا خمیر تھا۔ کے مصداق ابھی بریلی شریف ہی میں ۲۶ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ / ۹ رنومبر ۲۰۱۵ء بروز پیر دن میں ایک بج کر ۴۵ منٹ پر خلد آشیاں ہوگئے۔ **انا لله وانا اليه راجعون**۔ محتاط اندازے کے مطابق تقریباً تین لاکھ لوگوں نے نماز جنازہ پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔

وہ تو چلے گئے مگر علاقہ چھتیس گڈھ بول رہا ہے کانکیر اور رائے پور کی دھرتی بول رہی ہے۔ مریدوں کی جماعت اور خلفاء کا جھرمٹ بول رہا ہے۔ چاہنے والوں کی عقیدت اور جانثاروں کی محبت بول رہی ہے۔ تم کیا گئے کہ رونق محفل چلی گئی۔

منقبت درشان حضور امین شریعت
علامہ سبطین رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان

نازش گلشن اہلسنت زیب و زینت امین شریعت
مظہر شان مفتی اعظم نوری برکت امین شریعت

دہر کے اعلیحضرت ھیں نانا اور زمانے کے استاذ دادا
فضل رب سے ھیں دونوں جہاں میں ذی وجاہت امین شریعت

اعلی آباء و اجداد والے ھیں مبارک بہت یہ حوالے
خود بھی ھیں وقت کے شیخ کامل پاک سیرت امین شریعت

عالم باعمل پیر کامل اچھے اچھے مریدوں میں شامل
بالیقیں ہیں علامات حق سے اک علامت امین شریعت

آپ آگاہ اسرار دیں سے نور حق آشکارا جبیں سے
باصفا باأثر بامروت باکرامت امین شریعت

عکس مفتی اعظم سراپا خصلتوں میں وہی جلوہ آرا
یعنی دیدار مفتی اعظم دید حضرت امین شریعت

اسکے دل کا شگفتہ ہے گلشن جسکے ہاتھوں میں ہے انکا دامن
بحر فیضان مفتی اعظم ابر رحمت امین شریعت

عاشق ابن مولی علی ہیں آپ واللہ کامل ولی ھیں
ساقی جام عشق و محبت رب کی نعمت امین شریعت

اہل چھتیس گڑھ یہ سعادت ہو مبارک رہے تم میں حضرت
ھیں تمھارے لیے دو جہاں میں وجہ عزت امین شریعت

ظلمتوں کے ھوئے دور سائے آپ جب اس علاقے میں آئے
ناشر مسلک اعلیحضرت حق کی نصرت امین شریعت

اے وفادار حلقہ بگوشو رضوی بیعت مبارک ہو تمکو حشر میں
کام دے گی یہ نسبت ہیں ضمانت امین شریعت

اہل عشق و محبت کے من میں باوفاؤں کی ہر انجمن میں
آپکا ذکر ہوتا رھے گا تاقیامت امین شریعت

اعلیحضرت کی نسبت عطا کی دل میں آقا کی الفت بسادی
آپکے گیت گائیں نہ کیوں ہم اہلسنت امین شریعت

از غلامان اختر رضا ھے اس حوالے بلال آپکا ھے
بندۂ خاندان رضا ھے ھو عنایت امین شریعت

مفتی ذوالفقار خان نعیمی

تَاجُ الشَّرِیْعَہْ
کی جدید تحقیقات کے اصولی مباحث

دنیا میں ایسے بہت کم لوگ ہوتے ہیں جو اپنے تعارف میں کسی کے محتاج نہیں ہوتے بلکہ خود ان کی ذات ان کا نام ان کا لقب ان کا خطاب ہی ان کی پہچان اور ان کا مکمل تعارف ہوا کرتا ہے۔ ایسے ہی نادر الوجود اشخاص میں وارث علوم اعلیٰ حضرت، جانشین حضور مفتی اعظم قاضی القضاۃ فی الہند مقدام العلماء والفقہاء حضور تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خان صاحب ازہری دام ظلہ العالی علینا کی ذات بابرکات ہے۔

حضرت کی ذات والا درجات کو جس زاویہ سے دیکھا جائے یکتائے روزگار نظر آتی ہے۔ آپ گوناگوں اوصاف حمیدہ خصائل جلیلہ سے متصف حسن اخلاق، حسن عمل، حسن کردار کے حامل، تقوی، طہارت زہد، ورع علم اور عمل ہر خوبی کے جامع ہیں۔ آپ کی ذات کثیر الجہات ہے۔ میدان علم ہی کو لیں تو یقیناً دفتر کا دفتر کم ہے حضرت کے علمی کارناموں کا احاطہ مشکل ہی نہیں ناممکن سا محسوس ہوتا ہے۔ جس موضوع پر قلم اٹھایا سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ آپ کی تحریر میں جہاں آپ کے جد امجد حضور اعلیٰ حضرت کے قلم کی جولانی اور روانی نظر آتی ہے وہیں جد کریم حضور مفتی اعظم ہند کی قلمی پختگی کا رنگ بھی صاف طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔

عقائد ہوں یا معمولات، تفسیر ہو یا حدیث منطقی موشگافیاں ہوں یا فلسفہ کے ادق مباحث، فقہ وافتاء کی باریکیاں ہوں یا مسائل قدیمہ اور جدیدہ کی پیچیدگیاں۔ جس طرف بھی آپ نے رخ کیا حق ادا کر دیا۔ آپ کے علمی وزن کو ماپنے کے لئے کوئی میزان نہیں آپ کے علمی قد کو ناپنے کے لئے پیمانہ نہیں اور علمی کاوشوں کو گننے کے لئے کوئی عدد نہیں آپ نے جب سے شعور کی منزل پائی تب سے اب تک اپنے قلم سے جو جواہر پارے عطا کئے ہیں اگر ان کو یکجا کیا جائے تو یقیناً ایک مکمل دفتر بن جائے۔

آپ کی علمی حیثیت کا بالاستیعاب احاطہ تو ایک مشکل امر ہے اس تعلق سے کسی طرح کی خامہ فرسائی کی ہم جرأت نہیں کر سکتے البتہ آپ کے بحر علم سے چند قطرہ پیاس بجھانے کی غرض سے لینا سوء ادب میں شامل نہیں ہوگا۔ لہٰذا ہم حضرت کی علمی کاوشوں میں سے تحقیقات جدیدہ کے اصولی مباحث کو اپنی تحریر کا موضوع بنا کر حضرت کے تحریرات سے فیضیاب ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ آپ نے جدید تحقیقات کے ضمن میں اب تک بہت کچھ ذخیرہ قوم کو عطا فرمایا ہے ہم آپ کی ان تحقیقات نافعہ انیقہ میں سے چند کو سپرد قرطاس کر رہے ہیں۔

ٹی وی اور ویڈیو:

سائنسی ایجادات میں ٹی وی اور ویڈیو کو کافی اہمیت حاصل ہے، اسلامی نقطۂ نظر سے اگر اس کا جائزہ لیا جائے تو اس کا استعمال ناجائز وحرام قرار پاتا ہے۔ حضور تاج الشریعہ نے اس سائنسی آلہ کا جب شرعی نقطۂ نگاہ سے جائزہ لیا جائے تو اس کا مکمل تانہ بانہ کھول کے رکھ دیا۔

ٹی وی اور ویڈیو کا ہر زاویہ سے جائزہ لینے کے بعد اس پر دلائل شرعیہ کی روشنی میں حرمت کی ضرب کاری فرماتے ہوئے، تحقیق کے جو قطب مینار آپ نے کھڑے کئے، ان کی بلندی کو دیکھنے کے لئے اچھے اچھوں کی ٹوپیاں سروں سے کھسک گئیں۔ آپ نے اس تحقیق جدید میں جو علمی توانائیاں صرف فرمائیں وہ یقیناً آپ ہی کا حصہ ہے۔ آپ کی اس جدید تحقیق کے مبحث اصلی یعنی بنیادی بحث پر ہمیں کلام کرنا ہے۔ ٹی وی اور ویڈیو دراصل ایک ایسا آلہ ہے جس کے ذریعہ تصویروں کی نمائش ہوتی ہے۔

ٹی وی اور ویڈیو کے پردہ پر دیکھی جانے والی صورتیں تصویر کے حکم میں ہیں اور تصویر کا دیکھنا دکھانا از روئے شرع حرام ہے۔ البتہ چند حضرات نے ٹی وی کے پردہ پر ابھرنے والی صورتوں کو تصویر نہ مان کر عکس مانا ہے اور عکس کے جواز کے سبب ٹی وی اور ویڈیو پر ابھرنے والی تصویروں یا عکوس کو دیکھنے کی از روئے شرع اجازت بھی دی ہے۔ تاج الشریعہ کے موقف کے مطابق ٹی وی اور ویڈیو کی حرمت کی بنیادی بحث ٹی وی اور ویڈیو پر چلنے والی تصاویر ہیں نا کہ عکوس۔ آپ نے ان سائنسی آلات کے پردہ پر ابھرنے والی صورتوں کو تصویر ثابت کرکے تصویر کا شرعی حکم بیان فرمایا ہے۔ اور ان صورتوں کے عکوس نہ ہونے پر زبردست دلائل کا انبار لگایا ہے۔ نیز ان دونوں آلات کو لہو ولعب کے زمرے میں رکھتے ہوئے بہت سے دلائل سے اس کے استعمال کو ناجائز ثابت فرما کر تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔ ہم یہاں آپ کی مکمل

بحث سے چار اہم بنیادی بحثیں ذکر کریں گے:

(۱) پہلی بحث ٹی وی اور ویڈیو پر ابھرنے والی جاندار صورتیں تصویر کے حکم میں داخل ہیں

(۲) ان صورتوں کو عکس نہیں کہا جا سکتا

(۳) تصویر کی حرمت شرعی کا بیان

(۴) ٹی اور ویڈیو آلات لہو ولعب اور ان کے استعمال کا حکم

اب بالترتیب چاروں بحثوں سے متعلق آپ کے قلم سے معرض وجود میں آئی اس تفصیلی اور خالص علمی بحث سے چند اقتباسات قلمبند کئے جاتے ہیں۔

آپ تصویر کا صحیح مفہوم بیان فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں

''کسی شکل پر تصویر ذی روح کا اطلاق صحیح ہونے کے لئے بس اتنی سی بات کافی ہے کہ شکل ذوالصورت میں حیات کی حکایت کرے اور دیکھنے والا سمجھے کہ وہ کسی جاندار کی تصویر دیکھ رہا ہے''

[ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن، شرعی حکم، ص ۹۶]

آگے فرماتے ہیں:

تصویر کا یہ معنی بدرجہ اتم ویڈیو اور ٹی وی کے اشکال پر صادق ہے کہ ان اشکال میں ذوالصورۃ کی حیات کی حکایت ہر تصویر سے زیادہ ہے کہ چلتی پھرتی نظر آتی ہیں اور انہیں عکوس کہہ کر حرمت تصاویر کے عموم سے نکالنا درست نہیں کہ یہ تصاویر بداہۃً مصنوعۂ انسان ہیں اور حرمت ان سے ضرور متعلق ہوگی خواہ انہیں کوئی عکس کہے یا تصویر بتائے۔

[مرجع سابق، ص ۹۹]

ان صورتوں کو آئینہ کے عکوس پر قیاس کرتے ہوئے عکس کہنے اور انہیں تصویر نہ ماننے پر زبردست ایرادات قائم کرتے ہوئے نیز اپنے مدعا پر دلائل سے بھر پور محققانہ بحث فرماتے ہوئے آپ نے جو تفصیل رقم فرمائی ہے اس کا قدرے حصہ ہدیۂ ناظرین ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

''آئینوں کے عکوس میں فعل انسانی کا دخل نہیں بلکہ اس میں شعاعیں خود مصور ہو جاتی ہیں لہذا سرکار ابد قرار علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانہ سے بلا نکیر منکر آئینہ سازی اور آئینہ دیکھنا آج تک معمول اور رائج ہے اور کوئی نہیں سمجھتا کہ آئینہ کے سامنے کھڑا ہونے والا اپنی تصویر بنا رہا ہے مگر اس پر ٹی وی کو قیاس کرنا۔۔۔۔ درست نہیں کہ ٹی وی کے عکوس آئینہ کے عکوس کی طرح نہیں نہ خود ٹی وی آئینہ ہے''

[مرجع سابق ص ۵۲]

آگے فرماتے ہیں:

''ویڈیو میں عکس کی اصل محفوظ کر لی جاتی ہے اور جب چاہو دیکھی جا سکتی ہے اور ٹی وی سے بھی کیمرے کے ذریعہ عکس کو کھینچ کر اسے مختلف اطوار میں منتقل کرکے عکس دکھایا جا سکتا ہے اور جب یہ چیز مشاہدے میں آ چکی تو اس سے انکار بھی ممکن نہیں کہ اس میں جعل انسانی دخیل ہے بخلاف عکوس آئینہ کہ ان میں جعل انسانی کو دخیل نہیں بوبعینہ عکس کہنا بھی مشکل اور آئینہ پر قیاس بھی باطل۔۔۔۔ اب ایک ہی سبیل ہے کہ ان عکوس کو آئینہ کے عکوس سے جدا جانیں''

[مرجع سابق ص ۵۷]

ٹی وی کے عکس کو آئینہ کے عکس پر قیاس کے باطل ہونے پر آپ نے جو قلم آرائی فرمائی ہے وہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

''اولاً: آئینہ میں ریزے بے صنع انسان پڑتی ہیں اور کیمرے میں بے صنع انسان نہیں پڑتی

ثانیاً: آئینہ میں جو ریزے پڑتی ہیں وہ ذی صورت کے تابع ہوتی ہیں اور کیمرہ جو محفوظ کرتا ہے بھیجتا ہے وہ ذی صورت کے تابع نہیں ہوتا۔ ٹی وی کے کیمرے میں بہت زیادہ روشنی درکار ہوتی ہے تو جب اس میں روشنی کی تاثیر بھی شامل ہو گئی تو اب ذی صورت کی شعاع نہ رہی بلکہ اس سے جداگانہ شے بن گئی جن کے بننے میں صنع انسانی کا دخل ہے تو اسے آئینہ و ٹی وی کے عکوس کی اصل قریب بتانا غلط ہے۔

ثالثاً: ٹی وی کے وہ ریزے خود عکس نہیں بنتے بلکہ ٹی وی کے آلات انہیں عکس میں بدلتے ہیں اگر وہ آلات نہ ہوں تو ٹی وی کے شیشہ پر کچھ نظر نہ آئے اور آئینہ میں ذی صورت کی شعاعیں کسی آلہ کی محتاج نہیں ہوتیں جو انہیں عکس میں بدلے۔

رابعاً: آئینہ میں جو عکس چمکتا ہے اس کا رنگ وہی ہوتا ہے جو ذی صورت کا ہوتا ہے اور عام ٹی وی میں نیلا اور رنگین میں رنگ برنگا نظر آتا ہے۔

خامساً: آئینہ میں ساکن کا عکس ساکن ہی نظر آتا ہے اور ٹی وی میں لرزہ بر اندام۔

سادساً: آئینہ میں آپ خود کو دیکھتے ہیں اور ٹی وی کے شیشہ پر آپ

خودکونہیں دیکھ سکتے۔

[مرجع سابق ص،۵۹، ۶۰]

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے دلائل سے آپ نے ٹی وی کے عکوس کا آئینہ کے عکوس پر قیاس کو غلط و باطل قرار دیا ہے۔ مشتے نمونہ ازخروارے ہم انہیں پر اکتفا کرتے ہیں۔

بالجملہ جب یہ ثابت ہوگیا کہ ٹی وی اور ویڈیو میں نظر آنے والی صورتیں تصویر ہی ہیں تو پھر ان پر شرعی احکام کیا جاری ہوں گے وہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔فرماتے ہیں:

''جاندار کی تصویر کے متعلق چند کلمات یہاں تحریر ہوتے ہیں جن سے بعونہ تعالیٰ جاندار کی تصویر کا حکم شرعی معلوم ہوگا اور ان شاء اللہ الکریم یہ بھی روشن ہوگا کہ ٹی وی اور ویڈیو کی تصاویر جاندار دائرہ حرمت میں داخل ہیں اور یہ کہ انہیں عکوس آئینہ پر قیاس کرنا باطل ہے بلکہ انہیں عکس کہنا ہی صحیح نہیں۔''

[مرجع سابق ص،۹۵]

مزید آپ تصویر کی حرمت پر ردالمحتار اور طحطاوی علی الدر کے حوالے سے فرماتے ہیں:

وھٰذا لفظ ردالمحتار مافعل التصویرفھو غیرجائز مطلقالانہ مضاھاۃ لخلق اللہ کمامر اھ

اسی میں ہے ظاھر کلام النووی الاجماع علی تحریم تصویرالحیوان وقال سواء صنعہ لمایمتھن اولغیرہ فصنعہ حرام بکل حال لان فیہ مضاھاۃ لخلق اللہ وسواء کان فی ثوب اوبساط اودرھم اواناء اوحائط وغیرھا۔ اھ

یعنی جاندار کی تصویر بنانا مطلقا حرام ہے اس لئے کہ وہ خلق الٰہی کی مشابہت ہے جیسا کہ گزرا اور امام نووی کے کلام سے ظاہر مفاد یہ ہے کہ ہو جاندار کی تصویر سازی کی حرمت پر اجماع ہے انہوں نے فرمایا کہ ذی روح کی تصویر مطلقا حرام ہے خواہ اسے اہانت کے لئے بنائے یا کسی اور مقصد کے لئے بنائے لہذا جاندار کی تصویر بنانا بہرحال حرام ہے اس لئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے فعل خلق کی مشابہت ہے۔ اور تصویر کپڑے میں ہو یا بساط میں درہم میں یا برتن یا دیوار وغیرہ میں ہو اسے بنانے کی حرمت کا حکم سب میں یکساں ہے۔

[مرجع سابق ص،۹۵، ۹۶]

آخر میں آپ ٹی وی میں جاندار کی تصویر نہ ہونے کی صورت میں استعمال کا شرعی حکم بیان کرتے ہوئے۔فرماتے ہیں:

''لہذا قطع نظر اس کے کہ اس میں فوٹو ہوتا ہے یا نہیں یہی ایک وجہ کہ ٹی وی کا استعمال لہوولعب کے لئے ہوتا ہے اس کے ناجائز ہونے کے لئے وجہ کافی ہے۔اور علماء کرام کا یہ داب مستمر ہے کہ غلبہ فسادولہوولعب کے وقت مطلقا ممانعت فرماتے ہیں۔[مرجع سابق ص،۱۲۲]

بعدازاں اپنے موقف پر آپ نے درمختار، ردالمحتار، حاشیہ طحطاوی علی الدر۔فتاوی عالمگیری وغیرہ فقہ حنفی کی کتب معتبرہ کے جزئیات سے استدلال کیا۔اور درج ذیل نتیجہ نکالتے ہوئے فرمایا:

''یہ چند عبارات پیش ہیں جن میں غلبۂ فسادولہوولعب کی وجہ سے حکم حرمت دیا اور مطلقاً ممانعت فرمائی۔۔۔۔۔ پھر جزئیہ اخیرہ کا مصداق ٹی وی بدرجہ اتم ہے۔اس کا آلہ لہوولعب ہونا ایسا نہیں کہ کسی سے پوشیدہ ہو بلاشبہ وہ لہوولعب کے لئے اکثر وبیشتر مستعمل ہوتا ہے۔لہذا قطع نظر اس سے کہ اس میں فوٹو ہوتا ہے یا نہیں اور اس کی ایجاد کسی مقصد معقول کے لئے ہوئی یا نہیں جب اس کا استعمال لہوولعب کے لئے غالب بلکہ اغلب ہے تو اس کے استعمال سے شرعاً ضرور ممانعت ہوگی اور اس کا استعمال دینی امور مثلاً تلاوت ووعظ نعت ومنقبت وغیرہ کے حیلہ سے بھی جائز نہ ہوگا کہ دین امور کو تماشہ بنانا جائز نہیں۔

[مرجع سابق ص،۱۲۳، ۱۲۴]

مشابہ بالدف پڑھی جانے والی نعتوں کا حکم:

ماضی قریب میں نعت خواں حضرات نے نعت خوانی کا ایک نیا انداز ایجاد کیا جس میں دف وغیرہ مزامیر کا استعمال تو نہیں ہوتا البتہ اس کے سننے والا اس پر یقین بھی نہیں کر پاتا کہ یہ نعتیں دف وغیرہ کے ساتھ نہیں پڑھی گئی ہیں۔ایسا کیسے ہوتا ہے خود تاج الشریعہ کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔فرماتے ہیں:

''آج کل ایک مخصوص قسم کے ذکر کا رواج عام ہو رہا ہے جس میں حلق سے ایک مخصوص آواز جو مشابہ دف ہے صاف سنی جاتی ہے بلکہ بیان کرنے والوں نے یہ بات بھی بیان کی ہے کہ مائک کو دونوں ہونٹوں کے درمیان یا بالکل قریب کرکے اس طرح ذکر کرتے ہیں کہ مزامیر کے مثل

آواز پیدا ہوتی ہے بار ہا کیسٹ سنے گئے اور دف جیسی
آواز صاف سنائی دی بلکہ بعض مروجہ طریقوں میں یہ
صاف آشکار ہے کہ محض ایک آواز مشابہ دف مسموع ہوتی
ہے اور اسم جلالت ادا نہیں ہوتا اس پر یہ مستزاد ہے کہ چھن
چھن یا اس کے مشابہ کچھ آوازیں صاف سنائی دیتی
ہیں ان امور سے صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ بتکلف ایسی
آوازیں جو مشابہ ساز و مماثل دف ہو نکالتے ہیں''

[فتاوی نورانی ص ۱۲]

تاج الشریعہ نے اس مسئلہ کا باریکی سے جائزہ لیتے ہوئے اس پر دلائل شرعیہ کی روشنی میں جو حکم شرعی منطبق فرمایا ہے وہ ہم آخر بحث میں بیان کریں گے البتہ پہلے ہم یہاں اس جدید تحقیق کی بنیادی بحث پر گفتگو کریں گے۔

مذکورہ بالا مخصوص ذکر دف وغیرہ مزامیر سے خالی ہے مگر دف وغیرہ سے مشابہ ہے اور اسی مشابہت کے سبب یہ مروجہ طریقہ بھی دف وغیرہ مزامیر کے حکم میں آجاتا ہے۔ اور اس پر وہی حکم منطبق ہوتا ہے جو دف اور مزامیر کا ہے۔ بالجملہ اس مسئلہ کی بنیادی بحث ذکر کا مشابہ بالدف ہونا ہے۔ اب دف اور مشابہ بالدف میں کیا فرق ہے اور ان دونوں کا حکم یکساں ہے یا کوئی فرق ہے اس کے ممنوع و ناجائز ہونے کی کیا صورت ہے۔ اس کی تفصیلی بحث تاج الشریعہ کے قلم سے منصۂ شہود پر آئی تو یقیناً ساری صورتیں بے غبار ہو گئیں اور مسئلہ بالکل صاف و شفاف ہو گیا۔ فرماتے ہیں:

''دف آلات لہو و لعب میں سے ہے جس کا استعمال اغلب
احوال میں لہو و لعب کے لئے ہوتا ہے لہٰذا دف کے استعمال
کی شرعاً اجازت نہیں۔ دف بغیر جلاجل کی اباحت بعض
احادیث سے مثلاً اعلنوا ھٰذا النکاح واضربوا علیہ
بالدفوف وغیرہ سے معلوم ہوتی ہے لیکن اصول فقہ
کا قاعدہ کہ اذا اجتمع الحلال والحرام رجح الحرام
بنابریں ترجیح جانب حرمت کو ہے جس کی
موید سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث شریفہ مثلاً امرت
بمحق المعارف بعثنی ربی عزوجل بمحق المعارف
وغیرہما ہیں قطع نظر اس کے حدیث مذکور
اعلنوا ھٰذا النکاح میں اجازت استعمال دف کی بغرض
اعلان مفہوم ہوتی ہے یہی لیا جائے کہ بعض احوال
میں ملاہی کی اجازت ہے مگر اس زمانے میں جبکہ لوگ صحیح

نیت سے قاصر اور احکام شرع سے غافل لہو و لعب
میں منہمک ہیں سبیل اطلاق منع ہیں

کما افادہ الامام ذی الھمام الشیخ احمد رضا قدس
سرہ فی رسالۃ المبارکۃ ھادی الناس فی رسوم
الاعراس قال فی الدر المختار بعد حکایۃ عن
امامنا ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دلت المسئلۃ
علی ان الملاھی کلھا حرام۔

یہ تو دف وغیرہ آلات لہو کے بارے میں تھا جو آواز ان
آلات لہو کے مشابہ کسی طرح پیدا کی جائے ان کا بھی وہی
حکم ہے جو ان آلات لہو سے نکلنے والی آوازوں کا ہے۔
اس کی نظیر گراموفون وغیرہ آلات سے نکلنے والی ان
آوازوں کا حکم ہے جو قطعاً ان آلات لہو سے نکلنے والی
آواز تو نہیں لیکن بلاشبہ یہ آوازیں ان آلات لہو کے
آوازوں کی کاپیاں ہیں۔ لہٰذا گراموفون وغیرہ میں ان
ملاہی کی آوازیں بھرنا اور انہیں سننا اسی طرح حرام ہے جس
طرح ان ملاہی کا استعمال سننے سنانے کے لئے حرام ہے۔''

[مرجع سابق ص ۲۲، ۲۳]

مزید فرماتے ہیں:
سیٹی ایک مخصوص آواز نکالنے کا آلہ ہے اس جیسی
آواز اگر منہ سے نکالی جائے تو یہ بالعموم طریقہ فساق
ہے، اور ناجائز ہے۔''

[مرجع سابق ص، ۲۳]

الحاصل مذکورہ بالا بحث سے یہ صاف ہو گیا کہ ذکر مشابہ بالدف ذکر مع الدف کے حکم میں ہے۔ تو اس پر وہی حکم منطبق ہوگا جو دف وغیرہ کا ہے۔ لھٰذا اس کا شرعی حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''لہٰذا ان مندرجہ بالا امور سے روشن ہے کہ دف جیسی
آواز نکالنا اگرچہ بغیر استعمال دف ہونا جائز ہے اور اگر یہ
قصداً ہے تو یہ تلہی ہے جو مطلقاً حرام ہے۔ اور اگر ایسی
آواز منہ سے بلا قصد نکلتی ہے تو وہ صورۃً لہو کے مشابہ ہے
لہٰذا اس سے بھی گریز چاہئے خصوصاً ذکر و نعت میں اس
بات کا لحاظ ضروری ہے کہ قصد لہو اور صورت لہو دونوں سے
پرہیز کیا جائے۔ دف کے استعمال کی رخصت نظر بہ بعض
احادیث سے اگر ثابت بھی ہے تو ان اشعار میں جن کا تعلق
ذکر و نعت سے نہیں اس لئے حدیث میں آتا ہے کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت ہے حضور کی خدمت میں جب

ایک گانے والی نے دف بجایا اور منجملہ اشعار کے یہ مصرعہ پڑھا۔

وفینا نبی یعلم ما فی غد حضور ﷺ نے فرمایا دعی ھذہ وقولی بالذی کنت تقولین یہ رہنے دو اور جو پڑھ رہی تھی وہی پڑھتی رہو کہ صورت لہو پر نعت شریف شایان شان نہ تھا اب حکم مسئلہ صاف ہو گیا اور وہ یہ کہ ایسی آواز جو دف وغیرہ کے مشابہ ہو منہ سے نکالنا جائز نہیں کہ طریقہ فساق ہے اور ذکر وغیرہ میں اشد نا جائز ہے۔''

[مرجع سابق ص۔ ۲۳، ۲۴]

چلتی ٹرین میں نماز:

آپ کی جدید تحقیقات میں سے چلتی ٹرین میں نمازوں کی ادائیگی ایک معرکۃ الآرا تحقیق ہے۔ اس تحقیق کی بنیادی واصولی بحث یہ ہے کہ چلتی ٹرین میں نماز کی ادائیگی منع من جہۃ العباد کے سبب درست نہیں اور اسے عذر سماوی پر محمول کرنا ٹھیک نہیں ہے۔

آپ نے اس سلسلہ میں تحقیقات کے جو جوہر دکھائے ہیں یقیناوہ آپ کے فقید المثال فقیہ اور بے مثال محقق ہونے پر دال ہیں۔ آپ کی اس تحقیق میں جہاں عقلی دلائل کی بہتات ہے وہیں دلائل شرعیہ کی فراوانی بھی ہے۔ مسئلہ کے ہر پہلو پر گفتگو، عبارات اکابر سے تحقیق کی تزئین مفہوم مخالف کے دلائل کی مہذب اور معقول تردید اور دلائل وشواہد سے اپنے موقف کی تائید یہی خوبیاں آپ کی تحقیق کو چار چاند لگاتی ہیں اور فریق مخالف کو خاموش کر دیا کرتی ہیں۔ آپ کی اس تحقیق کا محور خاص کر مفہوم مخالف کا تجزیہ وتنقیح کر کے اپنے موقف کو ثابت کرنا ہے۔ مفہوم مخالف یہ ہے کہ چلتی ٹرین میں نماز عذر سماوی کے سبب درست ہے اور آپ کا موقف یہ ہے کہ چلتی ٹرین میں نماز منع من جہۃ العباد کے سبب صحیح نہیں اور اس میں عذر سماوی کو دخل نہیں۔ ہم یہاں اس بحث کے چند اہم اور بنیادی اقتباسات پیش کرنے پر اکتفا کریں گے۔ تفصیل کے لئے مستقل تصنیف ملاحظہ کی جائے۔

آپ اپنے موقف کی تائید اور مفہوم مخالف کی تردید کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> ''ٹرین روکنا اس محکمہ کے اختیار میں تھا تو انگریزوں کے معمولی کام کے لئے ٹرین روکتے تھے اور مسلمانوں کے اہم دینی فریضے کے لئے ٹرین نہیں روکتے تھے

> ۔۔۔۔یہی صورت آج بھی موجود ہے یعنی ٹرین کا روکنا اپنے اختیار میں ہے قانون اسی اختیار سے بنے ہیں نماز کے لئے ٹرین نہ روکنا اسی اختیار سے ناشی ہے یہ نہیں کہ ٹرین کوئی شریر چوپایہ ہے جسے اپنے قابو میں کرنا دشوار ہے منع من جہۃ العبد ہونے کے لئے یہ کب ضروری ہے کہ خاص فرد یا افراد کے حق میں ممانعت ہو اگر ممانعت عام ہو تو منع من جہۃ العباد نہ رہے گا؟
>
> کتب اصول سے یہ دکھایا جائے کہ منع عام اگر چہ من جہۃ العباد ہو عذر مکتسب نہ ٹھہرے گا بلکہ عذر سماوی ہو جائے گا۔''

[چلتی ٹرین پر فرض وواجب نمازوں کی ادائیگی کا حکم، ص۲۰]

آگے اعلیٰ حضرت کے حوالے سے فرماتے ہیں:

> ''انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے روکی جاتی ہے اور نماز کے لئے نہیں تو منع من جہۃ العباد ہوا اور ایسے منع کی حالت میں حکم وہی ہے کہ نماز پڑھ لے اور بعد زوال مانع اعادہ کرے''

[مرجع سابق ص۴۱]

اعلیٰ حضرت کی اس عبارت کو فریق مخالف نے مفہوم مخالف کا مستدل ٹھہرا کر اپنے موقف کو ثابت کرنے کی جو سعی کی ہے تاج الشریعہ اس کا تفصیلی تجزیہ اور زبردست تعاقب فرمایا نیز اعلیٰ حضرت کی مذکورہ بالا عبارت کے ایک جز ''نماز کے لئے نہیں روکی جاتی'' پر مفہوم مخالف کی اساس کمزور قرار دیتے ہوئے کچھ اس طرح رقمطراز ہیں۔

> ''اب منع عام ہو یا خاص قضیہ مطلقہ نماز کے لئے نہیں روکی جاتی صادق ہے یا نہیں اگر صادق ہے اور ضرور صادق ہے تو یہ ضرور منع من جہۃ العباد ہے اور ضرور اسی سے ناشی ہے اور جب اسی عبارت کا یہ مفہوم بہر حال صادق ہے اور یہی اس کا مفہوم موافق ہے تو اگر خیالی مفہوم مخالف مان بھی لیا جائے تو خیالی مفہوم مخالف سے اس پر کیا اثر؟ اور موافق کے ہوتے مخالف کے پیچھے دوڑنا کس نے ٹھہرایا اور یہ کہاں سے نکلا کہ منع من جہۃ العباد اسی وقت ہوگا جب کہ منع خاص چند افراد کے حق میں ہو اور اگر قانون عام ممانعت کرے تو منع من جہۃ العباد نہ رہے گا بلکہ منع سماوی ہو جائے گا کیا بندوں کا قانون قانون الٰہی ہو جائے گا؟''

[مرجع سابق ص۴۳]

مفہوم مخالف کو فتاوی رضویہ سے مستنبط کیے جانے پر درج ذیل

تعاقب بھی خاصی اہمیت کا حامل ہے۔

"فتاوی رضویہ کی صریح عبارت جو مطلقاً یہ بتارہی ہے کہ چلتی ٹرین پر فرض وواجب ادانہیں ہوسکتے اس کے برخلاف یہ ہیڈنگ لگانا کہ "چلتی ٹرین پر فرض وواجب نمازیں جائز وصحیح ہیں، یہ خود فتاوی رضویہ سے ثابت ہے" فتاوی رضویہ کی طرف کیا ایسی بات کی نسبت کرنا نہیں جو اس میں موجود نہیں، پھر اس سے بڑھ کر یہ دعوی کہ "یہ خود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی تصریحات بالا سے واضح ہے" کیا اس غلط نسبت پر اصرار مکرر نہیں؟ کیا یہ صریح فتاوی رضویہ سے انحراف نہیں؟ پھر کیسے کہتے ہیں کہ یہ حکم نہ کسی طرح فتاوی رضویہ کے خلاف ہے نہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے انحراف ہے نہ ہرگز ہرگز کسی طرح یہاں خرق اجماع مسلمین متور، کیسے مانا جائے کہ یہاں خرق اجماع مسلمین نہیں حالاں کہ منع من جہۃ العبد کے ہوتے اتحاد واستقرار مکان کی اجماعی شرطیں یکسر اٹھادیں۔ مفہوم مخالف کا سہارا لے کر منع من جہۃ العبد کے وہ خیالی معنی گڑھے اور اس طرح اس معنی کی نسبت اعلیٰ حضرت کی طرف کردی۔ پھر وہی سوال ہے کہ کیا اس معنی پر آپ کا کوئی سلف ہے؟ ہے تو بتائیے نہیں تو کیا بچند وجوہ یہ خرق اجماع مسلمین نہیں، پھر اسے کیوں فتاوی رضویہ سے ثابت بتایا جاتا ہے۔"

| مرجع سابق ص ۲۴، ۲۵ |

مفہوم مخالف کی تائید میں یہ کہے جانے پر کہ:

"کتب فقہ میں یہ صراحت ہے کہ جن اعذار کی وجہ سے تیمم جائز ہے ان کی وجہ سے چلتی سواری پر نماز بھی جائز ہے تو اتر کر نماز پڑھنے میں اگر مال جانے یا ٹرین چلی جانے کا اندیشہ ہو تو بھی چلتی ٹرین پر نماز جائز ہے اور اعادہ نہیں قافلہ چھوٹ جانے یا نگاہ سے غائب ہوجانے کے باعث نمازی کو جو پریشانی ہوتی وہ مال جانے اور ٹرین چھوٹنے میں بھی ہے اس لئے یہاں بھی جواز بلا اعادہ کا حکم ہے یہ خود اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تصریحات بالا سے واضح ہے"

| مرجع سابق ص ۲۶ |

زبردست ریمارکس کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"چلتی ریل گاڑی جو مسلسل کئی گھنٹہ چلتی ہے اس میں ریل سے اترنے کی نوبت کب آئے گی؟ اور جب یہ نوبت نہ آئے گی تو مال گنوانے یا جان جانے کا خوف کیوں کر متحقق ہوگا؟ پھر جب بشری ضروریات اب ریل میں مہیا ہیں تو پانی وغیرہ کے لئے اترنے کی ضرورت ہی کب ہوگی اور جب ریل میں وہ صورت درپیش نہیں جو صورت قافلہ میں ہوتی تھی تو ریل قطعاً قافلے سے جدا ہے قافلے سے اس کا الحاق کیا معنی؟ یہ الحاق اعلیٰ حضرت امام اہل سنت وغیرہ اکابر اہل سنت کو نظر نہ آیا۔۔۔ بہر حال یہ قیاس مع الفارق نہیں تو اور کیا ہے؟ پھر یہ رخصت بشرط استمرار خوف خاص تیمم کے لئے ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر خوف از اول تا آخر مستمر ہو تو نمازی کو رخصت ہے کہ تیمم کرکے کھڑی ہوئی سواری پر نماز پڑھ لے نماز صحیح ہوجائے گی۔ جب کہ سواری زمین سے متصل باتصال قرار ہو، دابہ پر یوں ہی اس گاڑی پر جس کا اگلا حصہ دابہ پر رکھا ہو نماز نہ ہوگی جب کہ اتر کر نماز پڑھنا ممکن ہو یعنی اس سے خوف من جانب اللہ مانع نہ ہو دابہ اگر چل رہا ہے تو اس پر نماز فرض بے تحقق عذر، صحیح نہیں۔ لہٰذا اگر اس کو ٹھہرانا ممکن ہو اور زمین پر نماز پڑھنا میسر نہ ہو تو ضروری ہے کہ اسے ٹھہرا کر نماز پڑھے۔ یہ حکم اس نمازی کے حق میں کیوں کر منسحب ہوگا جس کی سواری زمین سے متصل باتصال قرار ہو اور اس سواری کو روکنا ممکن ہو بایں طور کہ اسے خوف من جانب اللہ مانع نہ ہو، ریل کا روکنا بندوں کے اختیار میں ہے تو رکی ہوئی ریل پر نماز پڑھنا اس اعتبار سے ممکن ہے اس سے مانع وہ خوف نہیں جو بندے کے دل میں اللہ نے براہ راست ڈالا بلکہ وہ خوف ہے جو اس کے دل میں بندے کی وعید سے پیدا ہوا، دونوں خوفوں میں فرق ہے ایک عذر سماوی ہے مانع من جانب اللہ ہے دوسرا عذر مکتسب ہے بالفاظ دیگر مانع من جہۃ العبد ہے۔ دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہیں پھر مختلف کو مختلف پر قیاس کرنا کیا معنی؟

| مرجع سابق ص ۲۷ |

اعلیٰ حضرت کی طرف سے نماز کی ادائیگی میں سبب منع من جہۃ العبد کی قید کو آزادی ہند سے قبل خودمختار کمپنیوں سے مقید کردینے پر تاج الشریعہ فرماتے ہیں:

جاری۔۔۔۔۔

تَاجُ الشَّرِیْعَہْ
کا ایک ایمان افروز خطاب

■—— مولانا عزیر احمد رضوی، مدرسہ فیض الرسول حکاک ٹولہ وارانسی (یوپی)

سعودی حکومت مسلسل کئی سال سے چاند کا لحاظ کئے بغیر عسوی تاریخ کے پیش نظر حج کی تاریخ متعین کرکے چند ماہ قبل ہی حج کی تاریخ ودن کا اعلان کردیتی ہے جس سے مسلمانوں کا حج بھی نہیں ہوتا مزید مال اور وقت بھی ضائع جاتا ہے جب کہ نویں ذی الحجہ کو دوپہر ڈھلنے سے لے کر دسویں کی صبح صادق کے درمیان جو کوئی مسلمان حالت احرام میں میدان عرفات میں داخل ہوگیا وہ حاجی ہوگیا اس لئے کہ نویں ذی الحجہ کو میدان عرفات کا وقوف رکن اعظم ہے۔

اب اگر سعودی حکومت کے قانون کے مطابق نویں ذی الحجہ کے ایکدن پہلے یا ایکدن بعد عرفات کے میدان میں کوئی مسلمان حاضر ہوگا تو کیا اس کا حج ہو جائے گا نہیں ہرگز نہیں۔ تو پھر عسوی تاریخ سے حج کی تاریخ متعین کرنا سعودی حکومت کی کتنی بڑی جہالت اور مسلمانوں پر کس قدر جبر و استبداد ہے۔

نبیرۂ اعلیٰ حضرت ثانی حجۃ الاسلام جانشین مفتی اعظم ہند قاضی القضاۃ فی الہند تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی شاہ اختر رضا خاں قادری ازہری مدظلہ العالی عالم اسلام کی عبقری شخصیت اور **لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون** کے مصداق ہیں۔ آپ **اشداء علی الکفار رحماء بینھم** کی عملی تفسیر ہیں۔ آپ کا نام سن کر دشمنانِ اسلام راہِ فرار اختیار کرتے ہیں، آپ مسلک اعلیٰ حضرت جو مسلک اہلسنت ہے کی تائید اور اہل باطل کی تردید میں کبھی کوتاہی نہیں کرتے بلکہ ہمیشہ انتہائی جرأت و دلیری کے ساتھ دشمنانِ اسلام کی سرکوبی فرما کر اعلان حق فرماتے ہیں۔

کلکِ رضا ہے خنجر خوں خوار برق بار
اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

حضور تاج الشریعہ عالمِ اسلام میں سلطان العلماء والفقہا کی حیثیت رکھتے ہیں دنیا میں کوئی بھی فتنہ سر ابھارتا ہے تو اس کا پوری ذمہ داری کے ساتھ سدباب فرماتے ہیں دینِ متین میں کسی طرح کا نیا مسئلہ آتا ہے فوراً اس کی گرفت فرما کر اصلاح فرماتے ہیں۔ رسول پاک ﷺ کا مقدس فرمان ہے: **من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین**۔ اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

علم دیں، میراث ہے سرکار کی اے مومنو!
ہاں اسی برکت سے وہ نائب نبی کا ہوگیا

ہر جلسہ و کانفرنس میں آپ کی شرکت و سرپرستی کامیابی کا اعلانیہ ہے۔ آپ کی مختصر بیانی میں بھی وسعت معانی کی جلوہ نمائی نظر آتی ہے۔ جس کا حالیہ ثبوت آل انڈیا تبلیغ سیرت کے زیر اہتمام ۱۳ر مارچ ۲۰۱۵ء کو ریوڑی تالاب بنارس میں منعقدہ جلسہ ہے جس میں حضور تاج الشریعہ نے کئی فکر انگیز باتوں کی جانب علماء و دانشوران قوم و ملت کو متوجہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ:

سعودی حکومت مسلسل کئی سال سے چاند کا لحاظ کئے بغیر عسوی تاریخ کے پیش نظر حج کی تاریخ متعین کر کے چند ماہ قبل ہی حج کی تاریخ و دن کا اعلان کر دیتی ہے جس سے مسلمانوں کا حج بھی نہیں ہوتا مزید مال اور وقت بھی ضائع جاتا ہے جب کہ نویں ذی الحجہ کو دو پہر ڈھلنے سے لے کر دسویں کی صبح صادق کے درمیان جو کوئی مسلمان حالت احرام میں میدان عرفات میں داخل ہو گیا وہ حاجی ہو گیا اس لئے کہ نویں ذی الحجہ کو میدان عرفات کا وقوف رکن اعظم ہے۔

اب اگر سعودی حکومت کے قانون کے مطابق نویں ذی الحجہ کے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد عرفات کے میدان میں کوئی مسلمان حاضر ہوگا تو کیا اس کا حج ہو جائے گا نہیں ہر گز نہیں۔ تو پھر عسوی تاریخ سے حج کی تاریخ متعین کرنا سعودی حکومت کی کتنی بڑی جہالت اور مسلمانوں پر کس قدر جبر و استبداد ہے۔

امسال پھر سعودی حکومت کے اشارے پر سینٹرل حج کمیٹی کی طرف سے ایک نیا قانون نافذ ہوا ہے جس پر عمل کرنے سے مسلمانوں کا مال بھی برباد ہوتا ہے اور عبادت بھی رائیگاں جاتی ہے۔ وہ نیا قانون یہ ہے کہ حجاج حج کے اخراجات کے ساتھ قربانی کا خرچ بھی جمع کر دیں سینٹرل حج کمیٹی کے اس جدید قانون پر عمل کیا جائے تو کئی خرابی لازم آتی ہے۔

اولاً یہ کہ سعودی حکومت بد عقیدہ وہابی ہے جس کے ہاتھ کا ذبیحہ قربانی نہیں ہے بلکہ مردار اور حرام ہے۔۔۔ اس لئے اگر پہلے ہی حکومت کو قربانی کی رقم سپرد کر دی جاتی ہے تو مسلمانوں کی قربانی نہیں ہو سکتی جب کہ قارن اور متمتع پر قربانی واجب ہے قارن اور متمتع کو مکہ میں دوسر مال لے کر قربانی کرنا ہوگا۔

دوسری بات یہ کہ جب وہابی مرتد ہے تو اس کے کلمے کا کوئی اعتبار نہیں فرمان خداوندی ہے۔ ولا تأکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ۔ اور اسے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔

تیسری بات یہ ہے کہ جب مرتد کے قول و فعل کا اعتبار نہیں تو کیا ضروری ہے کہ یہ جو جانور ذبح کریں وہ عیب سے بھی پاک ہو جب کہ قربانی کا جانور بے عیب ہونا لازم و ضروری ہے۔

مثلاً سینگ مینگ تک ٹوٹا ہے تو اس کی قربانی ناجائز ہے۔ جس جانور میں جنون اس حد تک ہے کہ وہ جانور چرتا بھی نہیں ہے تو اس کی قربانی ناجائز و حرام ہے۔ اندھے جانور کی بھی قربانی جائز نہیں جس کا کانا پن ظاہر ہو اس کی قربانی ناجائز ہے۔

اتنا لاغر جس کی ہڈیوں میں مغز نہ ہو۔ لنگڑا جو قربان گاہ تک اپنے پاؤں سے نہ چل سکے اتنا بیمار جس کی بیماری ظاہر ہو۔ کان، دم، چکی تہائی سے زیادہ کٹا ہو ان سب کی قربانی ناجائز ہے۔

جس جانور کا پیدائشی ایک کان یا دونوں کان نہ ہو اس کی بھی قربانی جائز نہیں۔ جس جانور کی نظر تہائی سے زیادہ جاتی رہی اس کی بھی قربانی ناجائز ہے۔ جس جانور کی ناک کٹی ہو یا جس جانور کے دانت نہ ہوں یا جس کے تھن کٹے یا خشک ہوں، یا جلالہ جو صرف غلیظ کھاتا ہو ان سب کی قربانی ناجائز و حرام ہے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ قارن و متمتع پر واجب ہے کہ پہلے رمی کرے پھر قربانی کرے اس کے بعد حلق کروائے۔ اس ترتیب کے خلاف کیا تو دم واجب ہوگا۔ اب اگر حکومت کی طرف سے وقت بتایا گیا ۹ر بجے قربانی ہوگی لیکن کسی وجہ سے قربانی میں تاخیر ہو گئی اور قارن و متمتع نے حلق کروا لیا تو اس پر دم واجب ہوگا۔

پتہ چلا کہ حج کے اخراجات کے ساتھ قربانی کی رقم جمع کرنا کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔ لہٰذا سعودی حکومت و سینٹرل حج کمیٹی فوراً اپنا نافذ کیا ہوا قانون منسوخ و کالعدم قرار دیں۔ علماء و دانش وران قوم و ملت سعودی حکومت تک میمورینڈم یا اخبارات و رسائل کے ذریعے اپنی آواز پہنچائیں تا کہ آئندہ کوئی ایسا قانون نافذ نہ کریں جس سے مسلمانوں کی عبادت میں خلل واقع ہو۔

واضح رہے کہ اس موقع سے حضور تاج الشریعہ نے ہزاروں مسلمانوں کو بیعت سے نواز کر مجمع عام کو جو نصیحت فرمائی اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

(۱) مسلکِ اعلیٰ حضرت جو مسلک اہلسنت و جماعت ہے اسی میں

دین منحصر ہے اسی کو دین حق کہتے ہیں اسی پر قائم رہیں۔ فرمان خداوندی ہے: ما کان اللہ لیذر المؤمنین علی ما انتم علیه حتی یمیز الخبیث من الطیب (پ ۴ ع) اللہ مومنین کو اس حال پر نہیں چھوڑے گا جس پر تم ہو جب تک پاک لوگوں سے ناپاک کو الگ نہ کردے۔

لہٰذا سنیوں کے جتنے مخالفین باطل فرقے ہیں ان سب کو اللہ اور اس کے رسول پاک ﷺ کا دشمن، دین اسلام اور مومنین کا دشمن جان کر اپنے سے دور رکھیں مثلاً وہابی، دیوبندی، رافضی، تبلیغی، مودودی، ندوی، نیچری، غیر مقلد، قادیانی وغیرہم۔ اللہ پاک کا فرمان ہے:

فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین۔ یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔ اس لئے وہ تمہیں بھی ظلم پر ابھاریں گے اللہ و رسول کا نافرمان بنائیں گے شریعت مصطفی ﷺ کے علاوہ نئی شریعت تمہارے سامنے پیش کریں گے۔ اللہ پاک جل شانہ کا فرمان عالی شان ہے:

و لا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکوا النار۔ ظالموں سے میل نہ کرو تمہیں بھی آگ چھولے گی۔

بے ادب ہے جو رسول اللہ کا
کیا تعلق ہم سے اس گمراہ کا

(۲) کسی بدعقیدہ کی کی کتاب وتحریر نہ پڑھیں کہ شیطان کو وسوسہ ڈالتے دیر نہیں ہوتی ہے۔

ان الشیطان للانسان عدو مبین۔ بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

(۳) دین وایمان سب سے زیادہ عزیز چیز ہے اس کی محافظت سب سے زیادہ لازم وضروری ہے۔ اپنی جان سے زیادہ اپنے ایمان کی حفاظت کریں بدعقیدوں سے رشتہ نہ کریں۔

اپنے مذہب کو نہ ہرگز چھوڑئیے
بدعقیدوں سے نہ رشتہ جوڑئیے

(۴) رسول پاک ﷺ سے عشق ومحبت اس حد تک کریں کہ والدین، اولاد، بھائی بہن، خویش واقارب، دوست واحباب سب کی محبت پر رسول اللہ ﷺ کی محبت غالب رہے عشق رسول ہی ایمان کی جان ہے، بخاری شریف میں حدیث پاک موجود ہے :لا یومن احدکم حتی اکون احب الیه من والده و ولده والناس اجمعین (بخاری شریف ج ۱ ص ۷) تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوگا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والدین اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں سرکار اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

اللہ کی سرتابقدم شان ہیں یے
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

(۵) بزرگوں کا ادب وتوقیر اور چھوٹوں پر شفقت ومحبت لازم جانیں تاکہ فضل ربی سے مالا مال ہوں رسول کریم ﷺ کا فرمان عالی شان ہے: لیس منا من لم یرحم صغیرنا و من لم یوقر کبیرنا (مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۴) وہ ہم میں سے نہیں جو چھوٹے پر رحم نہ کرے اور بڑوں کا ادب واحترام نہ کرے۔

(۶) نماز پنج گانہ کی پابندی لازم جانیں اس لئے کہ انسان کا وجود خالق کائنات کی بندگی کے لئے ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: و اقم الصلوٰۃ لذکری۔ اور میری یاد کے لئے نماز قائم رکھ۔۔۔ نماز تمام برائیوں سے بچا کر صراط مستقیم پر گامزن کرتی ہے۔ رب کائنات کا فرمان عالی شان ہے: ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء و المنکر (پ۲۱ ع ۱) بے شک نماز روکتی ہے بے حیائی اور بری بات سے۔ نمازی سے اللہ اور اس کا رسول خوش ہوتے ہیں، جس کی برکت سے نمازی دونوں جہان میں کامیاب وکامران رہتا ہے۔

(۷) شریعت مطہرہ کے مطابق اپنی زندگی گزاریں تاکہ قلب یاد الٰہی سے منور ومجلی رہے اور زندگی سنت مصطفی ﷺ سے جگمگاتی رہے۔

یارب ہرا بھرا رہے داغ جگر کا باغ
ہر مہ مہ بہار ہو ہر سال سال گل
ان دو کا صدقہ جن کو کہا: میرے پھول ہیں
کیجئے رضا کو حشر میں خنداں مثال گل

□□□